قرآن کریم اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۷۶ شمارہ: ۳
ربیع الاول: ۱۴۳۴ھ - فروری: ۲۰۱۳ء
قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے، زرِ سالانہ: ۳۵۰ روپے

مدیر / مدیر مسئول
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

نائب مدیر
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مدیر معاون
مولانا محمد اعجاز مصطفی

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات'' جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی: 74800 پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 7-397-101900 برانچ کوڈ: 0816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی 74800

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ، ناروے، ویسٹ انڈیز وغیرہ: 35 امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان، ایران، انڈیا وغیرہ: 27 امریکی ڈالر
بنگلہ دیش: 25 امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147
فیکس: +92-21-34919531
Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر **مطبع:** ایجوکیشنل پریس **طابع:** فیروز زکی

www.banuri.edu.pk

فہرستِ مضامین

بصائر وعبر

علامہ محمد عبدالستار تونسویؒ کی حیات وخدمات!	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات ومضامین

قرآن مجید کیا ہے؟ (۲)	۱۱	حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ (۲)	۱۷	حضرت مولانا تاج محمودؒ، فیصل آباد
دینی مدارس اور دورِ حاضر کے چیلنجز	۲۵	حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ
مجموعۂ چہل احادیث	۳۱	مولانا محمد کامران اجمل، استاذ جامعہ
قرآن کریم کی تلاوت کے آداب (۱)	۳۸	مولانا غلام مصطفیٰ، فاضل جامعہ
اخلاقِ نبوی اور شاتمِ رسولؐ کی سزا	۴۲	مفتی عارف محمود، استاذ جامعہ فاروقیہ

یادِ رفتگان

مولانا محمد حسن عباسیؒ، پروفیسر غفور احمدؒ، مولانا امیر بجلی گھرؒ		
مولانا رفیق الخلیلؒ، قاضی حسین احمدؒ	۵۲	محمد اعجاز مصطفیٰ

دار الافتاء

مروجہ تکافل کا شرعی حکم	۵۸	مولوی محمد مدثر عبد الرزاق

نقد ونظر

	۶۳	ادارہ

www.banuri.edu.pk

علامہ محمد عبدالستار تونسویؒ کی حیات وخدمات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلاَمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، حضرت مولانا خان محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے شاگرد رشید، سرمایۂ اہلسنت، رئیس المناظرین، ہزاروں علماء کے استاذ ومربی، اسوہ صحابہؓ کے سچے پیرو، اتحادِ امت کے داعی، نمونۂ اسلاف، شعلہ نوا مقرر، کہنہ مشق مدرس، حضرت مولانا محمد عبدالستار تونسویؒ زندگی کی چھیاسی بہاریں گزارنے اور تقریباً ۶۰ ربرس دین متین کی بے لوث خدمت کرنے کے بعد ۸ رصفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۱ ردسمبر ۲۰۱۲ء بروز جمعہ بعد نماز عشاء خالق حقیقی سے جاملے۔ إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ماأخذ ولہ ماأعطیٰ وکل شیء عندہٗ بأجل مسمیٰ۔

حضرت علامہ عبدالستار تونسوی نور اللہ مرقدہٗ نے ۱۹۲۶ء میں بمقام تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں مولانا حکیم اللہ بخش کے ہاں آنکھ کھولی۔ آپؒ کے والد ماجد نہایت نیک سیرت، متقی، پاکباز، ذاکر وشاغل، تہجد گزار اور شب بیدار انسان تھے۔ ضلع ڈیرہ غازی خان کے مختلف اسکولوں میں تدریسی خدمت انجام دینے کے ساتھ خدمت خلق کے جذبہ کے تحت حکمت کے شعبہ سے وابستہ تھے۔ غریب، نادار اور مفلوک الحال اشخاص کے بلامعاوضہ علاج ومعالجہ کے علاوہ ان کی مالی خدمت بھی کیا کرتے تھے۔ اپنے محلّہ کی مسجد ”خلفائے راشدینؓ“ میں چوبیس سال تک بلاتنخواہ امامت کے منصب پر فائز رہے۔ ہزاروں آدمیوں کو کتاب وسنت کی تعلیمات سے روشناس کیا، اسی کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت تونسویؒ جیسی اولاد سے آپ کو نوازا۔

حضرت تونسویؒ نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد صاحب سے لی۔ ناظرہ قرآن کریم حافظ محمد عثمانؒ سے پڑھا، درجہ کتب کی تعلیم کے لئے آپؒ کو تونسہ شریف کی معروف ومشہور دینی درس گاہ مدرسہ محمودیہ میں داخل کرایا گیا، جہاں آپؒ نے فارسی، عربی، فقہ، منطق، فلسفہ، علم کلام، علم تفسیر سے لے کر دورہ حدیث کی تعلیم مکمل کی۔ اساتذہ کا آپؒ پر اتنا اعتماد تھا کہ دورانِ تعلیم آپؒ کو نچلے درجات کے اسباق پڑھانے پر مأمور فرمایا۔ حضرت تونسویؒ کے نواسہ اور آپؒ کے مشن کے امین حضرت مولانا عبدالحمید تونسوی مدظلہ لکھتے ہیں:

> ''حضرت والا نے فارسی وصرف کی کتب ماہرِ صرف وعلومِ فارسی جناب مولانا خالق داد صاحبؒ سے پڑھیں، دیگر نحو وفقہ کی کتابیں مولانا احمد جراحؒ، مولانا اللہ بخشؒ اور ادب کی کتب مولانا غلام رسولؒ سے پڑھیں۔ منطق ومعقول اور فلسفہ کے فنون جامع المعقول مولانا عبدالستار شہلائیؒ فاضل ریاست رام پور سے حاصل کئے۔ اور فقہ، میراث، تفسیر وحدیث کی مبسوط کتب استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا خان محمد صاحبؒ فاضل دارالعلوم دیوبند سے پڑھیں۔ ابتدائی کتب سے لے کر دورہ حدیث تک تمام علوم وفنون کی تکمیل جامعہ محمودیہ تونسہ میں ہی کی''۔

یہ جامعہ محمودیہ حضرت خواجہ محمود صاحبؒ نے قائم کیا، جسے ترقی وتوسیع آپؒ کے فرزند حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ نے دی۔ موصوف صاحب فہم وذکاء، پابند صوم وصلوٰۃ، ذاکر اور علم دوست تھے۔ آپؒ کو اکابرین دیوبند سے والہانہ محبت تھی، خصوصاً حضرت مدنیؒ سے عشق کی حد تک تعلق تھا۔ تقسیم ہند کے حوالہ سے بھی آپؒ حضرت مدنیؒ کے موقف کے حامی تھے۔ جب حضرت مدنیؒ کے انتقال کی خبر حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے ہاں پہنچی تو آبدیدہ ہوگئے، فوراً مدرسہ محمودیہ تشریف لائے، جہاں حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ پڑھا رہے تھے۔ حضرت کی درس گاہ میں پہنچ کر روتے ہوئے فرمایا: آج آپ کے استاذ بلکہ پورے ہند کے استاذ انتقال فرما گئے ہیں۔ اس لئے آپ کو اطلاع دینے اور آپ سے تعزیت کرنے کے لئے آیا ہوں۔ افسوس! اگر میرے پاس ہوائی جہاز ہوتا تو میں ضرور حضرت مدنیؒ کے جنازہ میں شریک ہوتا، مگر افسوس یہ سہولت میسر نہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی اکابرین دیوبند سے محبت وشیفتگی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے تونسہ میں کئی مرتبہ جلسوں کا اہتمام کیا، مگر علمائے دیوبند کے علاوہ کسی دوسرے عالم کو دعوت نہیں دی، چنانچہ حضرت تونسویؒ کے بیان کے مطابق خواجہ صاحبؒ کے جلسہ میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، بطل حریت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، اور خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ تشریف لاتے رہے، جن کے بیانات سے ہزاروں لوگ مستفیض ہوئے۔

آپ کے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ، حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ مہتمم جامعہ محمودیہ اور والد صاحبؒ نے باہمی مشورہ سے طے کیا کہ اُنہیں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں اکتسابِ علم کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیجا جائے، چنانچہ ۱۹۴۵ء کے اواخر میں آپؒ کو دیوبند بھیجا گیا۔حضرت مولانا عبدالحمید تونسوی صاحب لکھتے ہیں:

''دارالعلوم دیوبند میں جن اساطین علم وفن اور اکابر اساتذہ سے آپؒ نے علم حدیث میں کسب فیض کیا، اُن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بخاری شریف وترمذی شریف، شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے ابوداؤد شریف اور شمائل ترمذی، استادالحدیث مولانا بشیراحمدؒ سے مسلم شریف، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ سے ابن ماجہ شریف اور استاذالحدیث مولانا فخرالحسنؒ سے نسائی شریف پڑھیں۔علاوہ ازیں مؤطا امام محمد اور طحاوی شریف علی الترتیب استادالحدیث مولانا عبدالخالق صاحبؒ، حضرت مولانا نافع گلؒ اور مولانا عبدالحقؒ آف اکوڑہ خٹک سے پڑھیں اور یوں علوم دینیہ سے سیراب ہوکر فیضیاب ہوئے۔

............آپ کو مولانا شبیراحمد عثمانیؒ سے بھی استفادہ کا موقع ملا، چونکہ مولانا عثمانیؒ کی رہائش دیوبند ہی میں تھی تو آپ وقتاً فوقتاً ان کے پاس جاکر فن تفسیر وحدیث سے متعلق معلومات حاصل کرتے رہے اور حضرتؒ کی علمی مجالس اور دروس وبیانات میں شریک ہوتے رہے۔............ایک دن حضرت تونسویؒ نے شیعہ وسنی کے نزاع پر مختلف سوالات کئے اور حضرت مدنیؒ نے بڑی فراخدلی سے جوابات دیئے، یہاں تک کہ گفتگو طویل ہوگئی۔ بعد از کلام حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ مولوی عبدالستار! آپ کا ذوق قابل داد ہے، میرا مشورہ ہے کہ یہاں سے فراغ کے بعد لکھنؤ چلے جاؤ، وہاں امام اہلسنت علامہ عبدالشکور صاحب لکھنوی سے ضرور استفادہ کرو''۔

حضرت تونسویؒ نے اپنے استاذ کے حکم کی تعمیل کے لئے دوسال حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے پاس گزارے اوران سے ردِشیعیت سیکھی اوراس کے امام ومناظر بنے۔

حضرتؒ نے تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے مادرِعلمی جامعہ محمودیہ تونسہ کو تدریس کے لئے منتخب کیا اوردس سال تک گلستان، بوستان سے لے کرسنن ترمذی اور صحیح بخاری تک تمام کتب پڑھائیں۔

حضرت تونسویؒ کا معمول تھا کہ شعبان، رمضان میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں دورہ حدیث سے فراغت پانے والے طلبہ کو دورہ تدریبیہ کے دوران ردشیعیت، فن مناظرہ کے اصول

وضوابط اور اہل سنت اور تشیع کے درمیان ما بہ النزاع مسائل کا حل عمدہ انداز میں ذہن نشین کرواتے تھے۔
ایک دن دورانِ سبق فرمایا کہ میں نے دس سال مدرسہ میں پڑھایا ہے، لیکن طلبہ کی عدمِ توجہ، ان کی روایتی سستی اور غفلت کے سبب میں نے فیصلہ کیا کہ عام مسلمانوں میں جا کر اُن کو سچے عقائد، اتباعِ سنت اور دین کی تبلیغ وتعلیم دوں، اس لئے میں نے تدریس ترک کی۔

یہی وجہ ہے کہ حضرتؒ اپنی ہر تقریر کی ابتداء میں دین کا خلاصہ اور نچوڑ سامعین کے سامنے ضرور بیان فرماتے تھے۔ عام سننے والا آدمی سمجھتا تھا کہ شاید تونسوی صاحب ایک ہی تقریر کرتے ہیں، لیکن درحقیقت حضرتؒ لوگوں کو دین کا خلاصہ بتا کر اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے تھے۔

حضرتؒ کے بیان کے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں، جن سے اندازہ ہوگا کہ حضرتؒ امت مسلمہ کی صلاح وفلاح اور ہدایت واستقامت کے لئے اپنے اندر کتنا درد اور جذبہ رکھتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ماہنامہ بینات کے توسط سے آپؒ کا پیغام قارئین بینات تک پہنچ جائے گا۔ حضرتؒ کا بیان خطبہ مسنونہ کے بعد اکثر وبیشتر ان اشعار اور درج ذیل جملوں سے شروع ہوتا:

''محمد از تو می خواہم خدارا
خدایا از تو عشق مصطفیٰ را
ایمانِ ما اطاعتِ خلفاء راشدینؓ
اسلام ما محبتِ آلِ محمد است

یعنی ''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق مانگتے ہیں۔ خلفائے راشدینؓ کی اطاعت ہمارا ایمان ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آلؓ سے محبت کرنا ہمارا اسلام ہے۔''

پھر فرماتے: یہ خالص مذہبی، اسلامی، اصلاحی، دینی وتبلیغی، تعلیمی اور خیر خواہی کا پروگرام ہے، جس کی غرض وغایت رضائے الٰہی ہے۔ ضروریاتِ دین کی تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ کے دربار میں وہ نیکی قابل قبول نہیں جو اللہ کے دین کی تعلیم کے مطابق نہیں۔

آج کے دور میں اکثر لوگ اپنے دل ودماغ، خواہش وخیال کی پیروی کر رہے ہیں، اس لئے ملک میں بڑا انتشار ہے، کئی فرقے ہیں، کئی جماعتیں ہیں، کئی گروہ ہیں۔ آپ حضرات کتاب وسنت کے مطالعہ سے یہ بات دیکھ لیں گے کہ تفرقہ مستقل اللہ کا عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب مقدس میں فرمایا: میں جس قوم پر ناراض ہوتا ہوں، اس پر آسمان سے پتھر برساتا ہوں، یا زمین میں دھنسا دیتا ہوں یا گروہ گروہ اور پارٹیاں پارٹیاں بنا دیتا ہوں۔ یہ فرقہ، تفرقہ، فتنہ وفساد، بغض وعناد اللہ کا عذاب ہے۔

میرے مشائخ کی یہ کوشش ہے کہ ملک میں اتحاد ہو، یگانگت ہو، محبت وپیار ہو، اتحاد واتفاق ہو،

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: ’’وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَّلَاتَفَرَّقُوْا ‘‘۔ (آل عمران:۱۰۳)
’’اللہ (کے دین اسلام) والی رسی کو تھام لو، اور تفرقہ نہ کرو‘‘۔

میں باشندگانِ پاکستان کو یہ درخواست کرتا ہوں کہ بھائی بھائی بن کر پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئیں، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا علاج معالجہ کرائیں۔

میرے پیارے عزیزو! ہماری نجات، ہماری کامیابی، ہماری سرخروئی پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے۔

میرے پیارے عزیزو! مومن کا دین مولوی یا وزیر کا بنایا ہوا نہیں، مومن کا دین کسی گورنر وصدر کا بنایا ہوا نہیں، مومن کا دین علماء واولیاء کا بنایا ہوا دین نہیں، مومن کا دین انبیاء علیہم السلام کا بنایا ہوا نہیں، مومن کا دین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا نہیں۔ مومن کا دین وہ ہے جو اللہ نے بنایا ہے۔

میرے پیارے عزیزو! ہمارا دین دماغ انسانی کا بنایا ہوا نہیں، ہمارا دین خواہشاتِ نفسانی کا بنایا ہوا نہیں، ہمارا دین وہ ہے جو وحی ربانی سے حاصل ہوا۔ ہمارا دین وہ قواعد واصول ہیں جو اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عطا کئے۔

نہ مجھے علمیت کا دعویٰ، نہ میرے اندر زہد وتقویٰ اور ریاضت ہے، میں مسلمانوں میں سے ادنیٰ درجہ کا مسلمان ہوں، میری جماعت تنظیم اہل سنت والجماعت کی کوشش ہے کہ ہر گھر میں پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت آجائے۔

میری کوشش یہ ہے کہ آپ بھائی بھائی بن کر پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئیں، جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ پر اپنی گردن جھکائیں۔ ہم ہر نیک کے قائل ہیں، ہر نیکی کے قائل ہیں، لیکن ایک بات ہے کہ ہر مسئلے کو اس طرح تسلیم کریں گے، جس طرح پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا اور سکھا گئے ہیں۔

ہمارے اس دور میں اکثر لوگ اس کوشش میں ہیں کہ دین ہمارے تابع ہو۔ میری یہ بات یاد رکھ لیں، دین ہمارے تابع نہیں، ہم دین کے تابع ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہمارے تابع نہیں، ہم شریعت کے تابع ہیں۔ اللہ کا قرآن ہمارے تابع نہیں، ہم قرآن کے تابع ہیں۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے تابع نہیں، ہم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں۔ دل مانے یا نہ مانے، دماغ تسلیم کرے یا نہ کرے، مومن کی شان یہ ہے کہ پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ پر گردن جھکادے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد ہمیں سوچ وبچار کا کوئی حق نہیں۔

آپ حضرات آج کے بعد یہ عہد کریں کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد اپنی خواہش اور خیال کے پیچھے نہیں جائیں گے، اپنے دماغ کے پیچھے نہیں جائیں گے، پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ

وسلم کے نقش قدم پر چلیں گے۔ میری تحقیق یہ ہے کہ اگر میری معروضات پر عمل کرلیا جائے تو سارا مذہبی انتشار ایک دن میں ختم ہو جائے گا۔

ہم دنیا میں امتحان کے لئے آئے ہیں، تھوڑی دنیا کے لئے تھوڑی محنت کریں، بڑی زندگی کے لئے بڑی محنت کریں۔

یہ مسئلہ یاد کرلو، اپنے بچوں کو سکھا دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ۷۲/ٹولے جہنم میں جائیں گے، ایک ٹولہ جنت میں جائے گا، وہ ٹولہ ''ماأنا علیه وأصحابی'' جس راستہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت گئی ہے، وہ راستہ جنت کا راستہ ہے، وہ راستہ بہشت کا راستہ ہے۔ سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے، کوئی دیوبندی، بریلوی، شیعہ، اہل حدیث پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا انکار نہیں کرے گا۔ جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین''.

''میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے خلفائے راشدینؓ کے طریقے کو لازم پکڑو''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم''.

''میری جماعت سب سے بہترین جماعت ہے، پھر وہ لوگ جو ان کے پیچھے آئیں، پھر وہ لوگ جو ان کے پیچھے آئیں''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کی بہتری کی گواہی دی ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں ہمارے گھر میں وہی دین ہو جو بہترین لوگوں کے گھر میں تھا۔

یہ سارا دین ہے، یہ میرا سارا مذہب ہے، یہ میرے سارے مسئلے ہیں، ہر آدمی کو اگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فیصلے لحہ بالحہ یاد رہیں تو کوئی فرقہ آپ کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔

قرآن کریم میں ہے:

''لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''. (الاحزاب:۲۱)

''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات میں تمہارے لئے بہترین نمونہ موجود ہے''۔

''قُلْ إِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ''. (آل عمران:۳۱)

''اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا''۔

''وَالسّٰبِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ''. (التوبہ:۱۰۰)

’’سبقت کرنے والے مہاجرین وانصار اور وہ لوگ جو اخلاص سے اُن کی اتباع کرنے والے ہیں، اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی‘‘۔

انتشار کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان فیصلوں پر لوگوں کی نگاہ نہیں، ہر آدمی اپنے دل ودماغ، خواہش وخیال کی پیروی کررہا ہے۔

باقی کوئی مسئلہ آجائے، آپ ماہرین شریعت کے پاس جائیں۔ دنیاوی کام کے لئے دکان ومکان کے کیس کے لئے آپ حضرات ماہر وکیل تلاش کرتے ہیں، اسی طرح دین سیکھنے کے لئے ماہرین دین کے پاس جائیں‘‘۔

یہ حضرت تونسویؒ کی تقریر اور بیان کے چند اقتباسات ہیں، جس کے ہر ہر جملہ میں اتحادِ امت کا درس، فرقہ اور تفرقہ سے نفرت کا اظہار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کی سنت کی پیروی سے دوری کے اسباب کو بہت ہی کھلے اور واضح الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ کاش! کہ امت مسلمہ اس مردِ درویش اور مردِ قلندر کی آواز پر کان دھرتی اور اپنے اندر موجود خامیوں، کوتاہیوں اور ناکامیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا علاج حضرت تونسویؒ کے ان فرمودات میں ڈھونڈتی۔

مجھے یاد پڑتا ہے غالباً ۱۹۸۵ء یا چھیاسی میں حضرت تونسویؒ نے دورانِ تقریر فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں، تمہارا دشمن جب تم پر حملہ آور ہوگا، وہ تم سے مسلک نہیں پوچھے گا کہ تم دیوبندی، بریلوی ہو، سنی، شیعہ یا اہل حدیث ہو، وہ صرف یہ جانتا ہے کہ تم کلمہ ایک پڑھتے ہو، تمہارا رسول ایک ہے، تمہاری کتاب ایک ہے، وہ تمہیں درتقسیم در تقسیم کرکے کمزور کرے گا اور پھر وہ تم سب کو ملیا میٹ اور تباہ وبرباد کرکے رکھ دے گا، اس لئے میں کہتا ہوں کہ ملک میں تفرقہ نہ کرو، بھائی بھائی بن جاؤ اور قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوجاؤ تو بچ سکوگے۔ آج بالکل وہی حالات ہیں جن کا نقشہ اس مردِ قلندر نے چھبیس سال پہلے کھینچا تھا۔

....

حضرت تونسویؒ نے پہلی شادی ۱۹۴۴ء میں دورانِ تعلیم کی، ان سے آپؒ کے چار صاحبزادے ہوئے۔ پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد ۱۹۶۰ء میں دوسری شادی کی، جن سے چار صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں۔ حضرتؒ کا آخری دس روزہ تبلیغی دورہ گوجرانوالہ میں جاری تھا کہ بارش اور ٹھنڈ کی وجہ سے آپؒ کو نزلہ کی شکایت ہوئی، جو صبح تک کافی حد تک بڑھ گئی تھی۔ دورہ مختصر کرکے اپنے گھر تونسہ میں تشریف لائے، افاقہ نہ ہوا، مقامی ہسپتال میں آپ کو داخل کیا گیا، دو دن زیر علاج رہنے کے بعد ہمیشہ کے لئے اس دارِ فانی سے کوچ کرگئے۔ دوسرے دن تین بجے جنازہ کا وقت طے کیا گیا، لیکن ملک کے طول وعرض سے جنازہ میں شرکت کی غرض سے آنے والے قافلوں کی بنا پر ایک گھنٹہ کی تاخیر ہوئی۔ آپ کے جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد لاکھ سے اوپر بتائی جاتی ہے۔ راقم الحروف کی بھی حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کی قیادت اور شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کی

معیت میں تعزیت کے لئے تونسہ میں حاضری ہوئی، جہاں حضرت کے صاحبزادگان: حضرت مولانا عبدالغفار صاحب جانشین حضرت تونسویؒ، مولانا عبداللطیف اور مولانا عبدالجبار سے تعزیت کی۔

ان حضرات کا کہنا تھا کہ حضرت تونسوی صاحبؒ تقریباً رات آٹھ بجے فوت ہوئے اور دوسرے دن تدفین تک حضرتؒ کے جسد خاکی سے پسینہ بہہ رہا تھا اور بدن بالکل نرم اور ملائم تھا، یوں محسوس ہورہا تھا جیسے تھکا ماندہ آدمی تھوڑی دیر کے لئے ستانے کے لئے بیٹھتا ہے، تو پسینہ بہتا ہے، ایسا پسینہ بہہ رہا تھا اور حضرتؒ کے چہرۂ انور کی دیر تک لوگ زیارت کرتے رہے۔

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس، نائب رئیس، اساتذۂ جامعہ اور ادارہ بینات حضرت کے صاحبزادگان، متعلقین اور اقرباء سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور حضرت کی جدائی کے غم کو اپنا غم سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی بال بال مغفرت فرمائے، آپؒ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپؒ کے شاگردوں، متوسلین اور عقیدت مندوں کو آپؒ کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وأصحابہٖ أجمعین

قرآن مجید کیا ہے؟

(۲)

حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امینؑ کو دیکھا بھی ہے

اس توہّم کو دور فرمانے کی غرض سے کہ ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وہم وخیال کے غلبہ اور تسلُّط کی وجہ سے کسی وہمی اور خیالی یا خود اپنی روحانی آواز کو فرشتہ کی آواز سمجھ لیا ہو، اللہ جل مجدہٗ توثیق فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رسول کریمؑ کو بچشمِ خود اسی دنیا میں دیکھا ہے، ارشاد ہے: وَلَقَدْ رَآہُ بِالْأُفُقِ الْمُبِیْنِ ''۔(التکویر:۲۳) ''اور بے شک اس نبیؐ نے اس رسول کریم (جبرئیلؑ) کو کھلے اُفق پر دیکھا ہے''۔

اُفق از روئے لغت آسمان (حدِ نظر) کے کنارے کو کہتے ہیں۔ اُفق کے ساتھ مبین (صاف اور واضح) کی صفت کا اضافہ کرکے یہ بتلادیا کہ مطلع ابر آلود یا غبار آلود نہ تھا، بالکل صاف اور کھلا ہوا تھا، گویا جس طرح سورج کے زمین کے کرہ سے تقریباً ایک ہزار گنا بڑا اور کروڑوں میل دور ہونے کے باوجود طلوع ہوتے وقت زمین پر رہنے والے بلا کسی شک وشبہ کے یقینی طور پر سورج کو دیکھتے ہیں، حتیٰ کہ قسم تک کھا سکتے ہیں، اسی طرح اللہ جل وعلیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو اصلی ملکی صورت پر (جو انسانی تصور سے بالاتر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا بھی دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری میں بچشمِ خود دیکھا بھی تھا، نگاہ کے دھوکہ یا بھٹکنے کا اس مشاہدہ میں کوئی امکان ہی نہیں، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان ہوجائے کہ جس کی میں آواز سنتا ہوں یا میرے پاس انسانی شکل میں آتا ہے اور اللہ کا کلام پہنچاتا ہے، وہ یہی اللہ کا مقرب ترین فرشتہ ہے، کوئی بھوت پریت یا جن وغیرہ نہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

''وَمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَیْطَانٍ رَّجِیْمٍ'' (التکویر:۲۵) ''اور یہ کسی مردود شیطان کا قول وبات) بھی نہیں ہے''۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتلادیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شاعر قسم کے انسان بھی نہیں ہیں جو اپنے ضمیر کی آواز کو ہمیشہ ''غیبی آواز'' کہا کرتے ہیں، نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کاہن نجومی قسم کے آدمی ہیں جو ''تسخیر شیاطین'' کے ذریعہ ''غیب کی خبریں'' دیا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سالہ مکی زندگی اس کی شاہد ہے، مکہ کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ نہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی عمر میں

کبھی کوئی شعر کہا اور نہ ہی کہانت کی (کوئی پیشین گوئی کی) اسی لئے ارشاد ہے:

''وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلاً مَا تُؤْمِنُونَ''۔ (الحاقہ:۴۱)

''اور نہ ہی کسی شاعر کا قول (کلام) ہے، تم بہت ہی کم ایمان لاتے ہو''۔

''وَلا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلاً مَا تَذَكَّرُونَ تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِينَ''. (الحاقہ:۴۲،۴۳)

''اور نہ ہی کسی کاہن (نجومی) کا قول (پیشنگوئی) ہے، تم کچھ بھی دھیان نہیں دیتے (ارے عقل کے دشمنو!) یہ تو پروردگار عالم کی نازل کردہ کتاب ہے''۔

اس پہلو سے یقین دہانی اور ہر قسم کے شکوک وشبہات کے ازالہ اور بیخ کنی کے باوجود بھی جو ضدی اور ہٹ دھرم دشمن قرآن کو اللہ کا کلام آج تک بھی نہیں مانتے، بلکہ ''زندگی کی حقیقی گہرائیوں سے بلند ہونے والی آواز'' (ضمیر کی آواز) یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''روحانی تجربہ'' یا ''داخلی ارتقاء'' کہنے سے باز نہیں آتے، ان سے بتقاضاءِ ''ربوبیت'' انتہائی ناصحانہ اور متأسفانہ انداز میں خطاب فرماتے ہیں، ارشاد ہے:

''فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ لِمَنْ شَاءَ مِنكُمْ أَنْ يَّسْتَقِيمَ''. (التکویر:۲۶،۲۷،۲۸)

ترجمہ:...... ''پس (اے اپنی جان کے دشمنو!) تم کہاں جارہے ہو؟ (جہنم میں؟) یہ (قرآن) تو تمام عالم والوں کے لئے ایک نصیحت (کی کتاب) ہے اس شخص کے لئے جو سیدھی راہ پر چلنا چاہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ کو ان کی اصلی ملکی صورت پر ایک مرتبہ اور بھی دیکھا ہے، نہ صرف یہ، بلکہ آسمان کی بلندیوں سے اپنے پاس آتا اور بات کرتا بھی دیکھا ہے۔ اور سورۂ والنجم میں اسی اُفق مبین کو اس کی بلندی ظاہر کرنے کی غرض سے اُفق اعلیٰ سے تعبیر فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس ملکی رسول کے اُفق اعلیٰ آسمان کے بلندترین کنارے پر سیدھا کھڑا ہوکر دیکھنے اور پھر اس خارقِ عادت بلندی سے غیر معمولی طور پر اُتر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل پاس آجانے اور اللہ جل جلالہٗ کی وحی (کلام) پہنچانے کا بھی ذکر فرمایا ہے، ارشاد ہے:

''فَاسْتَوىٰ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى''. (النجم:۶،۷،۸،۹،۱۰،۱۱)

ترجمہ:...... ''پس وہ (وجیہ فرشتہ) سیدھا کھڑا ہوگیا اور وہ (اس وقت) بلندترین افق (آسمان کے کنارے) پر تھا، پھر وہ آپ سے قریب ہوا تو وہ (اوپر سے نیچے) اتر آیا اور وہ دو کمانوں کے بقدر یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوگیا، پھر اس نے اللہ کے بندے کو وہ وحی پہنچائی جو بھی اللہ نے بھیجی، جو کچھ آپ نے دیکھا دل نے اس کو نہیں جھٹلایا''۔

'' تدلی '' کے معنی ہیں اوپر سے لٹک کر نیچے آنا، جیسے کنویں سے پانی نکالنے کے وقت ڈول اوپر سے نیچے پانی کی سطح پر آتا ہے۔ عربی میں ''دلو'' پانی نکالنے کے ڈول کو کہتے ہیں، اسی سے ''تدلی'' ماخوذ ومشتق ہے، لہٰذا آیت کریمہ کے معنی یہ ہوئے کہ جبرئیل امینؑ اپنی اصلی ملکی صورت پر اول ''اُفق اعلیٰ'' پر

سیدھے کھڑے ہوئے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہونے کی غرض سے آہستہ آہستہ اتر آئے، یعنی انسانی شکل میں آگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ قریب ہوکر ’’وحی الٰہی‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی، بالفاظِ دیگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل ؑ کے ملکوتی شکل سے انسانی شکل میں آنے کا بھی بچشم خود مشاہدہ کیا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا انسانی شکل میں انسان کے پاس آنا اور بتلانے سے پہلے اس شخص کا اُن کو انسان سمجھنا اور پھر دو انسانوں کی طرح آپس میں باتیں کرنا، اس مقام کے علاوہ بھی قرآن سے ثابت ہے، عنقریب آپ پڑھیں گے۔ چونکہ یہ واقعہ تمام تر ملکوتی حقائق پر مبنی ہونے کی وجہ سے انسانی عقل وقیاس بلکہ تصور سے بھی بالاتر ہے، عام سننے والا بے ساختہ اس کو ایک افسانوی داستان اور فرضی کہانی کہے گا، اس لئے اللہ جل مجدہٗ انسانوں کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ واقعہ سرتاسر حقیقت ہے، اس میں وہم وخیال یا کذب وگمان کا مطلق دخل نہیں، نہ نگاہ کا دھوکہ ہے، بلکہ نبی علیہ السلام کی آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں، آپ کا دل ودماغ اور عقل وحواس کی تصدیق کررہے تھے، ارشاد ہے: ’’مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى‘‘، ’’جو کچھ آپ ؐ نے دیکھا دل (ودماغ) نے اس کو نہیں جھٹلایا‘‘، یعنی جیسے ریل میں سفر کرتے وقت اِدھر اُدھر کے درخت آپ کو دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، مگر آپ کا دل ودماغ آنکھوں کی تکذیب کرتا ہے یا سورج آپ کو زمین کے اردگرد گھومتا ہوا نظر آتا ہے، مگر سائنسی تجربات اس کی تکذیب وتردید کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مشاہدہ ایسا ہرگز نہ تھا، بلکہ آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں، نورِ ایمان سے منور عقل وخرد اس کی تصدیق کررہی تھی، یہ خالق کائنات کی شہادت ہے ’’وکفی باللّٰہ شھیدا‘‘ مگر قادرِ مطلق خالق کائنات جلت قدرتہ کی معرفت سے ناآشنا اور اس کی (انسانی عقل وخرد کی رسائی سے وراء الوراء) صفات وکمالات پر ایمان سے محروم ’’دلوں کے اندھے‘‘ عقلیت پرست اس وقت بھی کچھ کم نہ تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خرقِ عادت واقعہ (جبرئیل امین ؑ کو ان کی صورت پر کھڑا ہوا اور اُفق اعلیٰ سے اُتر کر اپنے پاس انسانی شکل میں آتا ہوا دیکھنے اور وحی الٰہی پہنچانے) پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کرنا شروع کردیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تو اسی طرح محال ہے جیسے کوئی کہے سورج میرے پاس آگیا اور مجھ سے باتیں کرنے لگا، یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کو دھوکا لگا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خیالی اور وہمی صورت کو دیکھا ہے، اللہ جلت قدرتہ ایسے کٹھ حجتیوں کو خطاب کرکے ارشاد فرماتے ہیں: ’’أَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى‘‘، ’’کیا تم اس (اپنے نبی سے) اس چیز پر جھگڑا کرتے ہو جو وہ (بچشم خود) دیکھتا ہے؟‘‘۔

اس کے بعد بطور تائید مزید فرماتے ہیں: تم اس مَلَکی رسول (جبرئیل ؑ) کو اُفق اعلیٰ سے اتر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زمین پر آجانے اور وحی الٰہی پہنچانے پر ہی جھگڑا کررہے ہو، حالانکہ اس سے بڑھ کر قدرتِ خداوندی کا کرشمہ تو یہ ہے کہ یہ تمہارے نبی اس ملکی رسول کو نہ صرف زمین پر، بلکہ معراج کے موقعہ پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جہاں جنت المأویٰ ہے اُترتے وقت بھی ایک مرتبہ دیکھ چکے ہیں، ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى". (النجم:۱۳،۱۴،۱۵)

ترجمہ:......"اور بخدا اس تمہارے نبی نے تو اس (ملکی رسول) کو ایک مرتبہ اور اُترتے وقت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کے قریب جنت الماویٰ ہے، دیکھا ہے"۔

بہرحال قرآن عظیم کی مذکورہ بالا آیات سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور جبرئیل امینؑ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچایا۔ باقی رہا یہ امر کہ جبرئیل امینؑ قرآن کریم کی آیات لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کس شکل وصورت میں آتے تھے؟ آیا کسی انسان کی شکل وصورت میں آتے تھے؟ یا اپنی اصلی ملکی شکل وصورت میں آتے تھے؟ اس کی تحقیق قرآن کریم کے ان الفاظ سے بخوبی ہوجاتی ہے جن سے جبرئیل امینؑ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لانے اور پہنچانے کو تعبیر فرمایا ہے۔

جبرئیل امینؑ قرآن کی آیات انسانی شکل وصورت میں لے کر آتے تھے اس کا ثبوت

قرآن عظیم میں جن الفاظ سے قرآن کی آیات لانے اور پہنچانے کا ذکر فرمایا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام دونوں صورتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن لے کر آئے ہیں اور پہنچایا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے وحی الٰہی اور اللہ کا کلام لانے کو متعدد آیات میں تعلیم کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ جل جلالہٗ اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہر لفظ کے وحی الٰہی ہونے کی تصدیق فرماتے ہیں، ارشاد ہے:

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى". (النجم:۳،۴)

ترجمہ:......"اور وہ تمہارے (نبی) اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتے، وہ تو (جو کچھ بولتے ہیں وہ) خالص وحی ہوتی ہے جو بھیجی جاتی ہے"۔

اس کے بعد ارشاد ہے:

"عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ". (النجم:۵)

"تعلیم کرتا ہے اس (تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک زبردست (روحانی) قوتوں والا خوش منظر (فرشتہ جبرئیل)"۔

گویا ہر وحی خداوندی جو وہ ملکی رسول آپ کے پاس لے کر آتا ہے اس کی آپ کو "تعلیم" دیتا ہے۔ یاد رکھئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن اور علوم الٰہیہ کی اصل تعلیم دینے والے تو اللہ جلت عظمتہ ہیں، ارشاد ہے:

"الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ"۔ "بہت بڑے مہربان (پروردگار) نے قرآن کی تعلیم دی ہے"۔

اور سورۂ نساء میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہے: "وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ"۔ "اور (اے نبی!) تم کو وہ تعلیم دی جس کو تم (اس سے پہلے) نہیں جانتے تھے"۔

مگر چونکہ یہ تعلیم جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ سے ہے اور سورۂ نجم میں اسی "واسطہ" (جبرئیل

امینؑ) کا تعارف کرانا مقصود ہے، اس لئے اس تعلیم کو جبرئیل امینؑ کی طرف منسوب فرمایا ہے، یعنی اللہ جل جلالہٗ نے اپنے اس کلام قرآن اور علوم الٰہیہ کی تعلیم براہ راست نہیں دی، بلکہ جبرئیل امینؑ کے واسطہ سے دی ہے۔

اسی طرح اللہ جل مجدہٗ نے اپنے کلام (قرآن) کے پہنچانے کو قرأت (پڑھانے) سے تعبیر فرمایا ہے اور اشتباہ کو دور کرنے کی غرض سے اس ''پڑھانے'' کو بھی اپنی طرف منسوب فرمایا، حالانکہ یہ ''پڑھانا'' بھی جبرئیل امینؑ کے واسطہ سے ہے اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول جانے کے خوف سے یا جبرئیل امینؑ کے چلے جانے کے بعد نہ پڑھ سکنے کے اندیشہ سے حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ پڑھنے اور دُہرانے کی کوشش کرتے تھے، اس لئے اس ساتھ ساتھ پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور اطمینان دلاتے ہیں کہ نہ تم اس قرآن کو بھولو گے اور نہ جبرئیلؑ کے واپس آنے کے بعد قرآن کو پڑھنے میں کوئی دشواری پیش آئے گی۔ سورۂ اعلیٰ میں ارشاد ہے:

''سَنُقْرِؤُکَ فَلَا تَنْسٰی إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ إِنَّہٗ یَعْلَمُ الْجَہْرَ وَمَا یَخْفٰی''. (الاعلیٰ:۶،۷)

ترجمہ:...... ''ہم (جبرئیلؑ کے واسطہ سے) تم کو پڑھا دیا کریں گے تو تم بھولو گے (ہرگز) نہیں، بجز اس کے جو خود اللہ بھلانا چاہے، بے شک وہی جانتا ہے علانیہ اور پوشیدہ (حکمتوں اور مصلحتوں) کو''۔

سورۂ قیامہ میں ارشاد ہے:

''لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ إِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْآنَہٗ فَإِذَا قَرَأْنَاہُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَہٗ ثُمَّ إِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ''. (القیامۃ:۱۶،۱۷،۱۸،۱۹)

ترجمہ:...... ''تم قرآن کو جلدی (سے پڑھ لینے) کی غرض سے اپنی زبان کو نہ ہلایا کرو (ساتھ ساتھ نہ پڑھا کرو) بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کو (تمہارے دل میں) جمع کردینا (یاد کرادینا) اور اس کو پڑھا دینا (زبان پر جاری کرادینا) پس ہم (یعنی ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے جبرئیلؑ) پڑھیں تو تم کان لگا کر سنا کرو پھر (یہ یاد کرانا اور پڑھانا ہی نہیں، بلکہ) اس (کے معانی ومطالب) کا بیان کردینا (بھی) ہمارے ذمہ ہے''۔

سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہے:

''وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ یُّقْضٰی إِلَیْکَ وَحْیُہٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً''. (طٰہٰ:۱۱۴)

ترجمہ:...... ''اور تم اس (قرآن) کی وحی کے پورا ہونے سے پہلے (قرآن کے) پڑھنے کی جلدی مت کیا کرو (نہ تم اس کا ایک حرف بھی بھولو گے، نہ پڑھنے اور زبان سے ادا کرنے میں دشواری محسوس کروگے) اور کہا کرو (دعا کیا کرو) اے رب! تو میرے علم کو اور زیادہ فرمادے''۔

ان تینوں آیتوں میں رسول اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کو عام انسانوں کی طرح پڑھنے کے آداب اور طریقوں کی ہدایت فرمانا اور پڑھائی میں مخل باتوں سے منع فرمانا قطعاً اس کی دلیل ہے کہ قرآن پڑھانے والا انسانوں کی

طرح آپ کو قرآن پڑھاتا ہے۔ علاوہ ازیں عربی زبان کی ایک کتاب کی آیات پڑھانے کے وقت چہل سالہ عربی اللسان فصیح و بلیغ رسول کی غیر معمولی اضطرابی کیفیت اوراس کے زبان پر جاری ہونے اور دل میں محفوظ رہنے کے متعلق یہ بے اطمینانی جس کا اظہاران آیات سے ہورہا ہے اور جس کو اللہ جل شانہٗ بار بار دور فرمارہے ہیں اور ''پڑھادینے'' اور ''یاد کرادینے'' کو اپنے ذمہ لے رہے ہیں، اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قرآن نہ کسی انسان کا کلام ہے اور نہ قرآن کوئی عام عربی زبان کی کتاب ہے، بلکہ اللہ جل جلالہٗ کا کلام ہے جس کے ''لاہوتی ثقل'' کا عالم یہ ہے ''پہاڑ'' جیسی عظیم اور محکم مادی مخلوق پر بھی (جو نہ بڑے سے بڑے زمین کے آتشیں زلزلوں سے ٹس سے مَس ہو اور نہ بڑے سے بڑے بادوباراں کے طوفانوں اور جھکڑوں سے اپنی جگہ سے ہلے) یہ قرآن اتار دیا جاتا تو خوف وخشیت الٰہی سے دہنس جاتا اور ریزہ ریزہ ہوجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک تو بہرحال ایک مضغۂ لحم (گوشت کا ٹکڑا) ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک بھی ''خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفاً'' کے مطابق ایک ضعیف وناتواں مخلوق ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب وزبان تو کیسے اور کیونکر اس ثقل کے متحمل ہوسکتے تھے؟ یہ تو محض اللہ جلت حکمته نے عالم ملکوت کی ایک عظیم روحانی قوتوں والی ''روح اعظم'' جبرئیل امینؑ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دینے اور پڑھانے کے واسطے تجویز کرکے ان کو انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھانے کے لئے مامور فرمادیا، تاکہ قرآن کے اس ''لاہوتی ثقل (جس کی شہادت سورۂ حشر کی مذکورہ بالا آیت کریمہ دے رہی ہے) اور شدت کی کچھ یہ روح اعظم متحمل ہوجائے اور کچھ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب (ذی شعور روح) اور زبان متحمل ہوں۔ پھر بھی قرآن عظیم کی سب سے پہلی پانچ آیتوں کے پڑھانے کے وقت اگر جبرئیل امینؑ بار بار کے ضم وضغط (سینے سے لگانے اور بھینچنے) کی ''تکوینی تدبیر'' کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت کو قوی سے قوی تر نہ کرتے (جس کی تفصیل مشہور ومتواتر حدیث میں مذکور ہے، مراجعت کیجئے صحیح بخاری باب بدء الوحی کی) تو یہ قرآن (اللہ کا کلام) نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری ہوسکتا اور نہ امت ہی قرآن کی تلاوت کی سعادت حاصل کرسکتی۔ بہرحال اللہ جل مجدہٗ کا سورۂ قیامہ کی آیت کریمہ ''اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْآنَهٗ'' کے ذریعہ یاد کرادینے اور زبان سے ادا کرادینے کو اپنے ذمہ لینا اس امر کی قطعی اور روشن دلیل ہے کہ قرآن کسی انسان کا عربی کلام یقیناً نہیں ہے، جس کے زبان سے ادا کرنے اور یاد رکھنے کے بارے میں ایک چہل سالہ افصح العرب والعجم جس کی مادری زبان عربی ہے اس قدر مضطرب اور بے چین ہو، جس کا اظہار ان تینوں آیتوں سے ہورہا ہے، جبکہ عام اہل عرب کے حافظہ کا یہ عالم ہے کہ ایک مجلس میں صرف ایک مرتبہ کے سنے ہوئے دس پانچ نہیں سینکڑوں اشعار ان کو یاد ہوجاتے تھے اور فوراً کے فوراً وہ ان کو دہرادیتے تھے اور عمر بھر یاد رہتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً عرب کے ان خلقی اور فطری خصائل سے بدرجۂ اتم بہرہ یاب تھے۔

(جاری ہے)

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

حضرت مولانا تاج محمودؒ
رہنما مجلس تحفظ ختم نبوت وسابق مدیر ہفت روزہ لولاک، فیصل آباد

(۲)

مولاناؒ نے فرمایا کہ تحریک کے بعد جب تبلیغی سلسلہ میں لندن گیا تو وہاں میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا اسٹیج ہے، جس کی سج دھج ہے، ہر طرف روشنی ہی روشنی ہے۔ حضرت شیخ انور شاہ کاشمیریؒ اس پر تشریف فرما ہیں، احباب ان سے مل رہے ہیں۔ سب لوگ فارغ ہوگئے تو میں (حضرت بنوریؒ) حاضر ہوا۔ آپ دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے، بغل گیر ہوئے، مجھے سینے سے لگایا، وہ بے پناہ خوشی وشادمانی کے عالم میں میری داڑھی کے بوسے لینے لگے اور میں نے خوشی وشادمانی کے عالم میں ان کی داڑھی مبارک کے بوسے لئے۔

دوسرا خواب میں نے دیکھا کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کسی جگہ سے تشریف لائے ہوئے ہیں، مجھے دیکھتے ہی بے پناہ مسرت میں ''واہ! میرے پھول، واہ! میرے پھول'' کہتے ہوئے سینہ سے لگالیا۔ حضرت امیر شریعتؒ آبدیدہ تھے، چہرے پر مسرت نمایاں تھی۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جب مدرسہ کے طلباء جلسہ وجلوس میں حصہ لینے لگے تو حضرت بنوریؒ نے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''ضرورت پڑی تو سب سے پہلے بنوری اپنی گردن کٹوائے گا، پھر آپ کی باری آئے گی''۔ انہی مبشرات کے ضمن میں جی چاہتا ہے کہ اس خط کا اقتباس بھی درج کردیا جائے جو حضرت کے ایک گہرے دوست الشیخ محمود الحافظ مکی نے آپ کو ملک شام سے لکھا تھا۔ اصل خط عربی میں ہے، یہاں اس کا متعلقہ حصہ اردو میں نقل کرتا ہوں۔

''میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ میں نے ۳ رشعبان ۱۳۹۴ھ رات کو آپ کے بارے میں بہت عمدہ اور مبارک خواب دیکھا ہے، جس کی آپ کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں اور اس کو یہاں اختصار کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔

میں نے آپ کو ایسے شیوخ کی جماعت کے ساتھ دیکھا ہے جو سن رسیدہ تھے، اور جن پر صلاح وتقویٰ کی علامات نمایاں تھیں، یہ سب حضرات اس قرآن کریم کے صفحات جمع کرنے میں مصروف تھے جو

آنجناب نے اپنے قلم سے زعفرانی رنگ کی روشنائی سے بدست خود تحریر فرمایا ہے اور آنجناب کا قصد ہے کہ اسے لوگوں کے فائدہ عام کے لئے شائع کیا جائے۔ آپ نے اپنے اس ارادے کا اظہار نہایت مسرت وشادمانی کے ساتھ میری جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ صبح جب نماز فجر کے لئے اٹھا تو قلب فرحت سے لبریز تھا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ کے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی وکامرانی کا تاج پہنایا ہے، **والحمد للّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔**'' یہ مبارک خواب تحریک ختم نبوت کے زمانے کا ہے۔ سنہرے حروف سے قرآن کریم لکھنے کے متعلق راقم کی رائے یہ ہے کہ اس فیصلہ کے ذریعہ آیت خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صفحاتِ عالم پر سنہرے حروف سے رقم کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

مسٹر بھٹو کے زمانے میں جب قادیانیوں کا طوطی بولتا تھا، حضرت شیخ بنوریؒ نے متعدد ممالک اسلامیہ کو خطوط لکھے۔ افسوس! کہ وہ سب محفوظ نہیں۔ ماہنامہ بینات بنوریؒ نمبر سے دو خطوط درج ذیل ہیں، شاہ کو تحریر کیا:

''سیدی ومولائی! ہر شخص اپنی طاقت وقدرت کے بقدر اللہ تعالیٰ کے ہاں جوابدہ ہے۔ آنجناب کو اللہ تعالیٰ نے وہ تمام وسائل عطا کر رکھے ہیں، جن کے ذریعہ آپ ساری روئے زمین پر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کر سکتے ہیں۔

سیدی ومولائی! ہمیں علم ہے کہ جب ہمارے وطن عزیز پاکستان اور ظالم ہندوستان کے درمیان جنگ برپا ہوئی تو آنجناب نے پاکستان کی ہر ممکن مادی واخلاقی مدد فرمائی، جو سربراہانِ اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک قابل نمونہ ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ آپ کے اس کارنامہ پر دل کی گہرائیوں سے شکریہ بجالائیں۔

سیدی ومولائی! آج پاکستان قادیانیت کی جانب سے عظیم خطرہ میں ہے، بحریہ کا سربراہ حفیظ قادیانی ہے، فضائیہ کا سربراہ چوہدری ظفر قادیانی ہے اور بری افواج میں ٹکا خان کے بعد سترہ جرنیل لگاتار قادیانی ہیں۔ حکومت یا تو اس مہیب خطرہ سے غافل اور جاہل ہے یا پھر استعماری قوتوں، برطانیہ وامریکہ کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی ہے، وہ مسلمانوں کو فوجی مناصب سے برطرف کر رہی ہے اور قادیانیوں کو بھرتی کر رہی ہے۔ لاریب کہ قادیانی اور ان کا امام متنبّی کذا قبحہ اللہ، برطانیہ کا خود کاشتہ پودا اور برطانوی استعمار کا ساختہ وپرداختہ تھا۔ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ حکومت برطانیہ ''ظل اللّٰہ فی الأرض'' ہے، جہاد منسوخ ہے اور یہ کہ تمام مسلمانوں پر برطانیہ کی نصرت وحمایت فرض ہے، وغیر ذلک من الکفر والھذیان۔

ان لوگوں کی کوشش ہے کہ کسی طرح برطانیہ کا عہد رفتہ واپس لوٹ آئے اور پاکستان ان قادیانیوں کے ہاتھ آ کر اس کا آلۂ کار بنے اور برطانیہ کو از سر نو بحر احمر پر تسلط حاصل ہو جائے۔ اس بدترین سازش کے ہولناک نتائج آنجناب سے مخفی نہیں ہیں۔ آنجناب سے توقع رکھتا ہوں کہ پاکستان کو

www.banuri.edu.pk

قادیانیوں کے چنگل سے چھڑانے میں اس کی مدد کریں۔ وزیراعظم بھٹو کو ان ہولناک نتائج سے متنبہ فرمائیں اور اُسے راہ راست پر لانے کی کوشش کریں کہ وہ ان لوگوں کو کلیدی مناصب سے الگ کردیں، تاکہ یہ لوگ اسلام کے لئے اور اسلام سے پہلے خود بھٹو کے لئے خطرہ نہ بن جائیں۔

الغرض آپ اس نہایت خطرناک مصیبت کبریٰ سے پاکستان کو بچانے اور بھٹو کی کجروی کی اصلاح کی ہر ممکن جہد بلیغ فرمائیں اور محض اللہ کی رضا کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ طاقت وقوت اور وسائل کے ذریعہ آپ وہ کردار ادا کریں جو واقعی ایک خلیفہ اور امام المسلمین کو فہم وبصیرت اور قوت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔ ہم جناب والا کے حق میں ہر خیر وسعادت کے متمنی ہیں اور آرزو رکھتے ہیں کہ آپ کے مبارک ہاتھوں کے ذریعہ اسلامی ممالک کو ان ریشہ دوانیوں اور ملعون سازشوں سے نجات ملے۔ اللہ تعالیٰ آنجناب کی ذات کو اسلام کے لئے ذخیرہ اور مسلمانوں کی پناہ گاہ کی حیثیت سے باقی رکھے اور ربانی سائے تلے جس کے جھنڈے آپ کے ملک پر لہراتے ہیں، آپ کی سلطنت کو بقائے دوام بخشے۔ آخر میں میری طرف سے آنجناب کی ذات اور مملکت کے حق میں بہترین دعائیں اور گہری تمنائیں قبول فرمائیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔''

اور لیبیا کے صدر کرنل قذافیؒ کے نام تحریر فرمایا۔

''بعد از سلام مسنون'' گزارش ہے کہ مجھے آنجناب کی زیارت کا شرف اس وقت حاصل ہوا، جبکہ طرابلس کی پہلی ''دعوت اسلامی کانفرنس'' میں مندوب کی حیثیت سے شریک ہوا تھا۔ آنجناب کی شخصیت میں اخلاص، قوتِ ایمان اور سلامتیٔ فطرت کے آثار دیکھ کر اول وہلہ آپ کی محبت میرے دل میں جاگزین ہوئی۔ بعد ازاں آپ کی خیر وسعادت کی خبریں ہم تک پہنچیں، جن کی وجہ سے آپ بلاشبہ داد وتحسین کے مستحق اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے مایۂ فخر ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اسلام کے لئے ذخیرہ اور مسلمانوں کی پناہ گاہ کی حیثیت سے سلامت رکھے اور آپ کے وجود گرامی سے اسلام اور عرب کی عزت ومجد کے علم بلند ہوں، آمین۔ برادر گرامی قدر! آپ نے پاکستان کے موقف کی تائید کرکے اور ہر ممکن مادی مدد مہیا فرماکر جو احسان فرمایا، اس کا ہمیں اجمالی علم ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو اس حسنِ سلوک کا بدلہ عطا فرمائیں اور دنیا وآخرت میں آپ پر انعامات فرمائیں، آمین۔

اور اب میں آنجناب کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ پاکستان ایک عظیم خطرہ میں گھرا ہوا ہے اور وہ فتنۂ قادیان یا قادیانی تحریک ہے۔ بحریہ کا قائد ایک قادیانی ہے، فضائیہ کا سربراہ قادیانی ہے اور بری فوج میں ٹکا خان کے بعد سترہ جرنیل ہیں جو سب قادیانی ہیں۔ کچھ عرصہ بعد ٹکا خان بھی ریٹائرڈ ہو جائیں گے۔ حکومت مسلمان افسروں کو فوجی مناصب سے معزول کررہی ہے۔ صدر کا اقتصادی مشیر ایم ایم احمد قادیانی ہے اور سر ظفر اللہ کے (جو بڑا خبیث سازشی قادیانی ہے) صدر سے خصوصی روابط ہیں اور صدر اس کے مشوروں کی تعمیل کرتا ہے۔ غالبًا آنجناب کو علم ہوگا کہ اس گروہ کا ضال ومضل ومقتدا مرزا غلام احمد

قادیانی مدعی نبوت تھا۔ اس نے پہلے مجدد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا، بعدازاں نبوت کا دعویٰ کردیا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ برطانوی حکومت روئے زمین پر خدا کا سایہ ہے، جہاد منسوخ ہے اور یہ کہ برطانوی نصرت وحمایت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، وغیر ذلک من کفر وہذیان۔ قادیان کے بعد (جو ہندوستان میں رہ گیا) انہوں نے مغربی پاکستان میں ''ربوہ'' آباد کیا، جس کی حیثیت ان کے دارالخلافہ کی ہے۔ وہاں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بڑی سرگرمی سے سازشیں تیار ہوتی ہیں اور یہ عجلت میں تحریر کردہ عریضہ ان تفصیلات کا متحمل نہیں۔ میں آنجناب سے اس وقت دو گزارشیں کرنا چاہتا ہوں، ایک: یہ کہ وزیر اعظم بھٹو کو اس خطرۂ عظیمہ سے آگاہ کیجئے، یعنی قادیانی بغاوت، ملک کا قادیانی حکومت کے تحت آجانا، بحر احمر میں برطانیہ کی عزت رفتہ کا دوبارہ لوٹ آنا اور بیک وقت تمام عربی اسلامی ممالک کا ناک میں دم آجانا۔ پس آنجناب سے درخواست ہے کہ آج حکومت پاکستان کو قادیانیوں کے یا بلفظ صحیح برطانیہ کے چنگل سے چھڑا کر اس پر احسان کیجئے، جیسا کہ قبل ازیں آپ اس کی اخلاقی ومادی مدد کرکے اس پر احسان کرچکے ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے ہر قسم کی تدبیر وحکومت اور عزت وعزم کے ساتھ وزیر اعظم بھٹو کی کجروی کی اصلاح کیجئے۔ بلاشبہ اسلام کی یہ عظیم الشان خدمت اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کا موجب ہوگی۔ اسی کے ذریعہ اس رخنہ کو بند کیا جاسکتا ہے اور اس شگاف کو پُر کیا جاسکتا ہے، کیونکہ فتنہ کا سیلاب خطرہ کے نشان سے اوپر گزر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت ومدد فرمائے۔ ''اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا''۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ جمہوری لیبیا میں جو قادیانی ڈاکٹر یا انجینئر کی حیثیت سے آئے ہیں، انہیں نکالیئے۔ سنا ہے کہ آپ کے ملک میں قادیانیوں کی ایک بڑی تعداد آئی ہے۔ ان میں ڈاکٹر خلیل الرحمٰن طرابلس میں ہے جو شعاعوں کے ذریعہ سرطان کے علاج کا خصوصی ماہر ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا سراغ لگایا جائے اور محض اللہ کی، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، اس کی کتاب کی اور مسلمانوں کے قائدین کی خیر خواہی کی غرض سے آپ کو ان کی اطلاع دی جائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خدمتِ اسلام اور مسلمانوں کی مدد میں ثابت قدم رکھے، آپ کو اپنی رضا اور اپنے دین کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے اور آپ کے ہاتھ سے خیر وسعادت کے وہ کام لے جن کے ذریعے مشرق ومغرب میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت ومجد میں اضافہ ہو۔ والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مخلص محمد یوسف البنوری خادم الحدیث النبوی الکریم فی کراچی مندوب مؤتمر الدعوۃ الاسلامیہ الاول من پاکستان۔''

حضرت مولاناؒ کے ساتھی حضرت مولانا لطف اللہ صاحبؒ نے تحریر کیا کہ جمعیت علمائے سرحد سے تعلق کے زمانے میں ہمیں محسوس ہوا کہ پشاور میں قادیانی اپنے پاؤں پھیلا رہے ہیں اور دین سے ناواقف طبقہ کو گمراہ کررہے ہیں۔ پشاور کا ایک قادیانی مسمی غلام حسین، جو قرآن کریم کی قادیانی تفسیر

(یا بلفظ صحیح تحریف) بھی لکھ چکا تھا، وہ پشاور میں صبح کو درس قرآن دیتا تھا۔نوجوان وکلاء اور کالجوں کے ناپختہ ذہن طالب علم اس میں شریک ہوا کرتے تھے۔پشاور کا مشہور لیڈر جو بعد میں مسلم لیگ اور پاکستان کا بڑا رہنما (سردار عبدالرب نشتر) وہ بھی ان کے درس میں شریک ہوتا تھا۔پشاور کے اسلامیہ کالج کا وائس پرنسپل تیمور مرزا بشیر الدین قادیانی کا رشتہ دار تھا۔صاحبزادہ عبدالقیوم بانی اسلامیہ کالج کا چچازاد بھائی عبداللطیف قادیانی صوبہ سرحد کی جماعت کا امیر تھا۔قادیانی سال میں ایک دفعہ''یوم النبی'' کے نام سے ایک بڑا جلسہ کرتے تھے،جس میں شرکت کے لئے تمام سرکاری افسروں کو دعوت نامے بھیجے جاتے۔اس طرح کھلے بندوں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے راستہ ہموار کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

جب ہم جمعیت العلماء کے کام میں منہمک تھے تو میں نے دیکھا کہ قصہ خوانی بازار میں قادیانیوں کے اس جلسہ کے اشتہارات لگ رہے ہیں،جس میں اسلامیہ کلب میں''یوم النبی'' کا اعلان تھا۔میں نے مولانا بنوریؒ سے مشورہ کیا کہ قادیانیوں کی اس کھلی جارحیت کا سد باب ہونا چاہئے۔میں ان دنوں اسلامیہ اسکول میں عربی کا معلم اور استاد تھا۔میں نے اسکول کی نویں اور دسویں جماعت کے طلبہ کو قادیانیت کی حقیقت بتائی اور قادیانیوں کے''یوم النبی'' کے نام پر لوگوں کو بہکانے کی مکاری عیاں کی اور انہیں بھی معرکہ میں حصہ لینے کے لئے تیار کیا،جس کا نقشہ میں اور مولانا بنوریؒ بنا چکے تھے۔

مقررہ تاریخ پر قادیانیوں نے اسلامیہ کلب میں قالین بچھائے،اسٹیج لگایا اور جلسہ کا انتظام کرنے لگے۔ہم دونوں بھی وہاں پہنچ گئے اور جاکر اعلان کیا کہ یہاں اہل اسلام کا جلسہ ہوگا۔ہماری اور قادیانیوں کی کش مکش ہوئی جس میں قاضی یوسف نامی قادیانی نے مجھ پر لاٹھی سے حملہ کردیا۔ہمارے رفقاء نے اس کو پکڑ کر نیچے گرادیا۔جو قادیانی کرسیوں پر براجمان تھے،انہیں بھی فرش پر گرادیا۔قادیانی ذلت ونامرادی کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے۔اب اسٹیج پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔مولانا بنوریؒ نے بڑی فصیح وبلیغ اور طویل تقریر فرمائی۔مسلمانوں اور قادیانیوں کی کش مکش سن کر پورا شہر اُمڈ آیا اور خوب جلسہ ہوا۔قادیانیوں کو ایسی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا کہ جب سے اب تک انہیں پشاور میں ڈھونگ رچانے کی دوبارہ جرأت نہیں ہوئی۔

عالمی مجلس کی امارت حضرت شیخ بنوریؒ نے کس طرح قبول فرمائی۔مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی زبانی سنیں:

> ''مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ تھے،جن کو ہمارے حضرتؒ دلیل العلماء کا خطاب دیتے تھے۔ان کے انتقال کے بعد جماعت کی قیادت میں خلاء سا محسوس ہونے لگا۔ان کے انتقال کے بعد مولانا لال حسین اخترؒ امیر منتخب ہوئے۔ان کے وصال کے بعد کچھ ایسے مسائل سر اٹھانے لگے تھے جن سے مضبوط قیادت ہی نمٹ سکتی تھی۔ جماعت کے امیر کے انتخاب کے لئے

شوریٰ کا اجلاس طلب کیا گیا۔ ہمارے حضرت بنوریؒ بھی جماعت کی شوریٰ کے رکن رکین تھے۔ حضرت اجلاس میں شرکت کے لئے ملتان تشریف لے جارہے تھے، یہ ناکارہ حاضر خدمت ہوا، عرض کیا: حضرت! اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لے جارہے ہیں، میری درخواست ہے کہ یا تو جماعت کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لے لیجئے یا فاتحہ فراغ پڑھ کر جماعت کو ختم کرنے کا اعلان کرادیجئے۔ حضرتؒ اس ناکارہ کی اس درخواست سے بہت متأثر ہوئے اور برجستہ فرمایا: اگر میں جماعت کی امارت قبول کرلوں تو تم ساہیوال سے ملتان مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں منتقل ہوجاؤ گے؟۔

عرض کیا، حضرت! مجھے کراچی آنے سے عذر ہے، کراچی کے علاوہ آپ جہاں حکم فرمائیں وہاں جا بیٹھنے کے لئے تیار ہوں۔ بہت خوش ہوئے، ملتان تشریف لے گئے تو حسن اتفاق سے وہاں کے احباب (بالخصوص مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ) نے بھی حضرت سے وہی درخواست کی، دفتر کی کنجیاں حضرت کے سامنے رکھ دیں اور عرض کیا کہ آپ کے استاد محترم امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے یہ کام امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ذمہ لگایا تھا، شاہ جیؒ اور ان کے رفیق مولانا محمد علیؒ اس کام کو کررہے تھے، ہم لوگ ان کے کارکن تھے، اب یہ آپ کے استاد محترم کی میراث ہے اور اس کی کنجیاں آپ کے سپرد ہیں۔ اگر اس کام کو جاری رکھنا ہو تو بسم اللہ ہماری قیادت کیجئے، ورنہ یہ کنجیاں پڑی ہیں، دفتر کو تالا لگادیجئے، ہم سب بھی اپنے اپنے گھروں کو جاتے ہیں۔ اس طرح حضرتؒ کو جماعت کی امارت قبول کرنا پڑی اور پھر چند مہینے بعد ہی حضرتؒ کی قیادت میں ختم نبوت کی وہ تحریک چلی، جس کے نتیجہ میں ۱۹۷۴ء کا تاریخی فیصلہ ہوا اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ گویا جماعت کی امارت کے لئے حضرت بنوریؒ کا انتخاب حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے اس تحریک کی کامیابی کا تکوینی انتظام تھا۔

الغرض حضرت بنوریؒ جماعت ختم نبوت کے امیر منتخب ہوکر کراچی تشریف لائے تو یہ ناکارہ مبارکباد کے لئے حاضر ہوا۔ مبارکباد پیش کی تو فرمایا: ''تمہیں اپنا وعدہ بھی یاد ہے؟ اب تمہیں ختم نبوت کے دفتر میں ٹھہرنا ہوگا''۔ عرض کیا: ''حضرت! بالکل حاضر ہوں، مگر میری تین درخواستیں ہیں، ایک: یہ کہ مجھے رہائش کے لئے مکان کی ضرورت ہوگی۔ دوسری یہ کہ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں مسجد کے بغیر جماعت ہوتی ہے، دفتر کے ساتھ مسجد ہونی چاہئے۔ اور تیسری یہ ہے کہ بچوں کی

پڑھائی کے لئے قرآن کریم کے مکتب کا انتظام کردیا جائے‘‘۔ فرمایا: ’’تینوں شرطیں منظور ہیں‘‘۔ حضرت نے جامعہ رشیدیہ کے حضرات سے فرمایا کہ اس کو مدرسہ سے فارغ کردیا جائے۔ اس طرح یہ ناکارہ شوال ۱۳۹۴ھ سے ساہیوال سے دفترِ ختم نبوت ملتان میں منتقل ہوگیا اور دس دن کے لئے کراچی حاضری کا سلسلہ بدستور رہا‘‘۔

شاہ فیصلؒ سے حضرت مولاناؒ کی جو آخری ملاقات ہوئی، اس میں شاہ فیصل نے مولاناؒ سے فرمایا تھا کہ میں نے بھٹو کو ملاقات کے وقت صاف صاف بتادیا تھا کہ پاکستان کے تین دشمن ہیں، قادیانی، کمیونسٹ اور مغربی ممالک۔ مولاناؒ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں ملاقات کی، اس میں آپؒ نے بھٹو سے فرمایا کہ کیا تم کو شاہ فیصل نے نہیں بتایا کہ قادیانی، کمیونسٹ اور مغربی ممالک پاکستان کے تین دشمن ہیں اور انہیں لوگوں نے سازش کرکے لیاقت علی خان کو مروایا تھا؟ مسٹر بھٹو نے مولاناؒ سے کہا کہ: کیا تم مجھ کو بھی مروانا چاہتے ہو؟ مولاناؒ نے برجستہ فرمایا کہ: ایسی موت کسی کو نصیب ہو تو اس پر ہزاروں زندگیاں قربان، جو شخص شہادت کی موت مرتا ہے وہ مرتا نہیں، بلکہ زندہ جاوید ہوجاتا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ شاہ فیصل مرحوم سے ملنے کے لئے حجاز مقدس گئے اور ان سے حجاز مقدس میں مرزائیوں کے داخلہ پر پابندی کا ذکر کیا کہ پابندی کے باوجود بعض مرزائی پھر بھی سعودیہ آجاتے ہیں۔ حرمین شریفین میں غیر مسلموں کا داخلہ شرعاً ممنوع ہے تو اس پر صحیح عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ اس پر شاہ فیصل مرحوم نے کہا کہ مولاناؒ کسی کے ماتھے پر تو نہیں ہوتا کہ یہ شخص قادیانی ہے، آپ اپنی حکومت سے کہیں کہ وہ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کرے، پھر کوئی مرزائی حدودِ حرم میں داخل ہو تو ہم مجرم ہوں گے، اس پر شیخ بنوریؒ اُٹھ کھڑے ہوئے، گلوگیر لہجہ میں فرمایا کہ: شاہ فیصل! میں آپ کو حضور علیہ السلام کی عزت و ناموس کا نگہبان سمجھ کر آیا تھا کہ مرزائی حضور علیہ السلام کے دشمن ہیں، آپ مجھے پاکستان کی حکومت کے دروازے پر جانے کا راستہ دکھاتے ہیں؟ اگر وہ میری بات مانتے تو میں آپ کے پاس کیوں آتا؟ آپ کا یہ کہنا تھا کہ شاہ فیصل مرحوم کی آنکھوں سے آنسو کی جھڑی لگ گئی۔ فرمایا: شیخ بنوری! میں آپ کی مشکلات سے آگاہ نہیں تھا، اگر یہ بات ہے تو آئندہ آپ اپنے لیٹر پیڈ فارم پر جس شخص کے متعلق لکھ دیں کہ وہ قادیانی ہے تو وہ شخص ہمارے ہاں نہیں آسکے گا۔ اگر وزیراعظم پاکستان لکھے کہ فلاں شخص مسلم ہے اور آپ لکھیں کہ یہ قادیانی ہے، تو میں آپ کی بات کو ترجیح دوں گا۔

اس پر عمل کیسے ہوا؟ صرف ایک واقعہ عرض ہے کہ شبقدر ڈھیری پشاور کے ایک قادیانی نے حج کے لئے بحری جہاز سے درخواست دی، مسلمانوں کو پتہ چل گیا، اس کا فارم مسترد ہوگیا۔ اس نے اپنا نام ولدیت، پتہ سب کچھ تبدیل کرکے انٹرنیشنل پاسپورٹ بنوایا، این او سی لگوائی اور روانہ ہوگیا، چنیوٹ میں ختم نبوت کی کانفرنس تھی، شیخ بنوریؒ کو اطلاع ملی۔ آپؒ نے سعودیہ کے کراچی قونصل خانہ کو فون کیا، صورت حال بتائی۔ قونصلیٹ

www.banuri.edu.pk

نے فون کیا تو پتہ چلا کہ جہاز روانہ ہوگیا ہے، اس نے جدہ فون کیا، جب جہاز نے جدہ لینڈ کیا تو جہاز کو پولیس نے گھیرے میں لے لیا، اس مرزائی کو گرفتار کر کے دوسرے جہاز پر پاکستان بھیج دیا گیا۔ اس طرح آپؒ کی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کاوشوں سے اب تو پاکستانی پاسپورٹ پر مذہب کے خانہ کا اضافہ ہوگیا ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے حضرت بنوریؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے پر مبارکبادی کے سلسلہ میں لکھا: اس کی بھی امید ہے کہ روح مبارک نبوی علیہا الف الف سلام کو بھی مسرت حاصل ہوئی ہوگی۔ حضرت بنوریؒ نے لکھا ہے کہ:

''اس (قادیانی فتنہ) سے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بھی بے تاب تھی۔ (قادیانی مسئلہ کے حل پر) منامات ومبشرات کے ذریعہ عالم ارواح میں اکابرامت اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت بھی محسوس ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبشرات کا ذکر کرنے کی ہمت نہیں''۔

جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ مدیر ''بینات'' تحریر فرماتے ہیں:

''حضرتؒ فرماتے تھے کہ تحریک کے بعد رمضان مبارک میں میں نے خواب دیکھا کہ چاندی کی ایک تختی مجھے عطا کی گئی اور اس پر سنہری حروف سے یہ آیت لکھی ہے: ''إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' میں نے محسوس کیا کہ یہ تحریک ختم نبوت کی کامیابی پر مجھے انعام دیا جارہا ہے اور اس کی یہ تعبیر کی کہ مجھے حق تعالیٰ بیٹا عطا فرمائیں گے اور میں اس کا نام سلیمان رکھوں''۔ (بینات بنوری نمبر، ص:۳۳۳)

نفحۃ العنبر، ص:۲۰۴ پر حضرت بنوری مرحوم خود لکھتے ہیں:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مصلی پر ایک طرف حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور دوسری طرف حضرت سید انور شاہ کشمیریؒ تشریف فرما ہیں۔ میں کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روح پرور چہرہ اقدس کی طرف دیکھتا اور کبھی چہرۂ انور کی طرف دیکھتا۔ یہ کیفیت مجھ پر طاری تھی۔ ہر دو حضرات کے مبارک چہروں سے استفادہ وشرفِ زیارت سے مستفید ہورہا تھا کہ بیداری کے وقت خوشی وغم کی ملی جلی کیفیت تھی، خوشی ان حضرات کی زیارت کی اور غم کہ جلدی کیوں بیداری ہوگئی؟ اے کاش! زیادہ وقت نظارہ کی سعادت نصیب ہوجاتی''۔ اے مولیٰ کریم! قیامت کے دن ان حضرات کی معیت نصیب فرما، آمین۔

(بشکریہ ہفت روزہ لولاک فیصل آباد، قائد تحریک ختم نبوت نمبر، بیاد: قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ)

دینی مدارس اور دورِ حاضر کے چیلنجز

حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ
امیر جمعیت علماءاسلام پاکستان

۲۰ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ بمطابق ۵ر دسمبر ۲۰۱۲ء بروز بدھ حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہ کے صاحبزادے حافظ سیف اللہ اور ان کے بھانجے حافظ محمد اریب کے ختم قرآن کی مناسبت سے جامعہ میں ایک تقریب منعقد کی گئی، جس میں جمعیت علماء اسلام کے امیر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی اور حاضرین سے خطاب فرمایا، جسے مولوی محمد یاسر عبداللہ نے ضبط کیا۔ افادۂ عام کے لئے ہدیۂ قارئین ہے۔

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین. أما بعد: فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ. (الحجر:۹)

جناب علمائے کرام! بزرگانِ امت!

حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہ نے آج کی اس تقریبِ سعید میں شرکت کی دعوت دی، ان کے برخورداروں (عزیزان سیف اللہ بن مولانا امداد اللہ مدظلہ اور محمد اریب سید بن قیمت سید) نے قرآن کریم کا حفظ مکمل کیا ہے۔ختمِ قرآن کی اس تقریب کی مناسبت سے انہوں نے ہم سب کو یہاں جمع ہونے کی سعادت بخشی۔ یہ موقع بھی باعثِ برکت اور یہ مقام بھی لائق احترام ہے۔ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن ایک انتہائی مقدس ادارہ ہے، اسلامی علوم کے لئے اس کی مسلمہ خدمات ہیں اور ہزاروں بچے ہرسال یہاں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ آج کی یہ تقریب بھی اسی فیض کا ایک حصہ اور اسی کا ایک سلسلہ ہے۔

قرآنی محافل کے لئے الٰہی وعدے:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسونہ بینھم إلا نزلت علیھم السکینۃ وغشیتھم الرحمۃ وحفتھم الملائکۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ‘‘۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الاول، ص:۳۲، ط: قدیمی)

ترجمہ:......’’کوئی جماعت جو اللہ کے کسی گھر میں اکٹھی ہوجائے اور وہ وہاں اللہ کی کتاب پڑھے اور ایک دوسرے کو سکھائے (قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری کرے) تو ضرور اللہ ان کے اوپر سکینہ نازل کرتے ہیں (سکینت وطمانینت اضطراب اور پریشانی کی ضد ہے، اور سکینت قلب کی کیفیت کا نام ہے جب کہ اس پر انوار کا نزول ہو رہا ہو اور ایسی مجلس جو قرآن کی نسبت سے منعقد ہو اللہ دوسری نعمت ان کو یہ عطا کرتے ہیں کہ) اللہ کی رحمت اس مجلس کو ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ کے فرشتے اس مجلس کو گھیر لیتے ہیں اور (وہ جماعت جب روئے زمین پر اللہ کو یاد کرتی ہے) تو ان لوگوں کو اللہ اپنی مجلس میں یاد کرتے ہیں‘‘۔

یہ چار قسم کے نقد انعامات اس طرح کی مجالس کو نصیب ہوتے ہیں۔ رب العالمین ہماری اس مجلس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مصداق بنائے اور محفل برخاست ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ہمارے سب گناہ معاف فرمائے۔ آمین!

حفاظتِ قرآن کا خدائی نظام:

قرآن کریم اللہ کا ایسا اعجاز ہے کہ جو اپنے تحفظ کے لئے کسی طاقت، یا طاقت ور حکومت کا محتاج نہیں ہے۔ تاریخ اسلام میں ایسے ادوار آئے ہیں جو فتنوں کے ادوار تھے، جہاں کتب خانوں کے کتب خانے جل گئے، علم کے ذخیرے ختم ہوگئے اور بظاہر حفاظت کے جو اسباب ہمارے ہاں ہوتے ہیں اور سب سے بڑی حفاظت، حکومت کی حفاظت تصور کی جاتی ہے، وہ اسباب بھی معدوم ہوگئے، لیکن اس کے باوجود آج بھی قرآن کریم اپنی تشدید اور اپنے زبر زیر کے لحاظ سے اسی طرح محفوظ ہے جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت تک پہنچایا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ اللہ کی ایسی کتاب جس کی حفاظت کا اللہ نے خود ذمہ لیا ہوا ہے اور ہم انسان اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود ان مدارس وجامعات کے ذریعے، مکاتب کے ذریعے اس کو اگلی نسلوں کی طرف حفاظت کے ساتھ منتقل کرتے ہیں تو یقیناً یہ اللہ رب العزت کی طرف سے ایک ایسی توفیق ہے کہ جس پر ہم جتنا بھی اس کا شکر ادا کریں، شکر کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

دینی مدارس اور اعداء اسلام:

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، تاریخ میں تو ہم پڑھتے تھے، بزرگوں سے سنتے بھی تھے کہ اعداء اسلام کن کن طریقوں سے دینِ اسلام کی اس شمع کو بجھانا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں سے قرآن کریم کو نکالنے اور امت کو قرآن سے دور کرنے کے لئے کیا کیا وسائل اور کیا کیا حربے استعمال کررہے ہیں۔ آج اس دور میں تو ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں کہ کس طرح قرآن وحدیث اور قرآن وحدیث کے علوم کے یہ ادارے ان کے نشانے پر ہیں اور ان کی پوری دنیا کی یہی مہم جوئی ہے کہ کسی طریقے سے ان قلعوں کو مسمار کردیا جائے، نوجوان نسل کو بے راہ روی کی طرف لے جایا جائے، ایک مادر پدر آزاد معاشرہ تشکیل دیا جائے اور اگر ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہورہی تو اس میں بنیادی کردار اس مدرسے کا ہے۔

آج اس وقت ہمیں یہ صورت حال درپیش ہے کہ تہذیبوں کا تصادم ہے۔ یاد رکھئے! ہماری اپنی ایک اسلامی تہذیب ہے، جس تہذیب کی بنا پر اپنی زندگی کی بود وباش میں ہمیں دین اسلام کا رنگ نظر آتا ہے۔ ہمیں اپنے وطن، اپنی قوم، اپنے کلچر اور تہذیب میں اسلام کے ساتھ ایک مناسبت نظر آتی ہے۔ ہمیں یہ بات تسلیم کرنی ہوگی کہ یہ مناسبت ان دینی مدارس کی مرہونِ منت ہے اور اس کی پشتی بانی یہ مدارس کررہے ہیں۔

آپ پوری دنیا میں دیکھئے، مسلمان پوری دنیا میں ہیں، اسلام سے محبت کرنے والے بھی ہیں، لیکن دین اسلام سے ظاہری طور پر جو مناسبت ہمیں اپنے اس معاشرے میں نظر آرہی ہے، شاید یہ مناسبت دنیا کے کسی اور حصے میں آپ کو نظر نہیں آئے گی۔

قرآن، انسانیت کے لئے ایک امانت:

قرآن ایک امانت ہے اور بھاری بھرکم امانت ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

”إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْماً جَهُوْلاً“. (الاحزاب:۷۲)

یعنی اس امانت کا بار نہ آسمانوں نے اٹھایا، نہ زمین نے، نہ پہاڑوں نے، ہر ایک نے معذرت کی کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں اور ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ ان کے اندر تو یہ بار اٹھانے کی صلاحیت اور استعداد ہی موجود نہیں، یہ استعدادِ تحمل تو اللہ رب العزت نے حضرت انسان کو عطا کی ہے اور اس بار کے اٹھانے کی بناء پر انسان کو ”ظلوم وجهول“ کہا ہے۔ ”ظلوم“ اسے کہا جاتا ہے جس کے

اندر عدل کی استعداد موجود ہو اور ''جھول'' اس کو کہا جاتا ہے جس کے اندر علم کی استعداد موجود ہو۔ جب آسمان میں علم کی استعداد نہیں تو کون آسمان کے بارے میں کہتا ہے کہ ''جاہل آسمان''؟ اور زمین کی ذات میں عدل کی استعداد ہی نہیں تو کون زمین کے متعلق کہتا ہے کہ ''ظالم زمین''؟۔

دینی مدارس کی خدمات:

ظلم اور عدل کا تصادم، علم اور جہل کا تصادم انسانوں کی ذات میں ہے اور جب ہم ان مدارس میں آتے ہیں تو جاہل ہو کر آتے ہیں، یہاں ہمیں علم ملتا ہے۔ انسان کے اس جسم کے اندر اس کی جہالت اور اس کے علم کے درمیان تصادم ہوتا ہے، جہالت مٹتی ہے اور علم اس کی جگہ لیتا ہے، ظلم مٹتا ہے اور عدل اس کی جگہ لیتا ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ علم وہی ہے جو اللہ رب العزت نے ہمیں دیا ہے اور عدل وہی ہے جو اللہ رب العزت نے ہمیں زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا ہے۔ اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں سے ہٹ کر عدل نہیں رہتا، اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے بغیر علم نہیں رہتا۔

محض اشیاء کی جان پہچان تو شریعت سے پہلے بھی لوگوں کو ہوتی تھی، یہ شعور تو پہلے بھی انسانوں کو تھا کہ یہ آسمان ہے، اور یہ زمین ہے، آسمان سے بارش برستی ہے اور زمین سے گیہوں اگتا ہے۔ اس فن سے تو وہ لوگ بھی واقف تھے، لیکن منشأ الٰہی کے مطابق زندگی کے لئے رب العزت نے انبیائے کرام صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے، آسمانی کتابیں بھیجیں، آخری کتاب قیامت تک کی رہنمائی کے لئے بھیجی۔ اگر اس کو اپنی زندگی میں لانے کے حوالے سے ہمارے اندر کڑھن موجود ہے تو اس قرآن اور اس کے علوم سے ہمارے دل ودماغ بھر جائیں گے، لیکن یہ ایک دن میں آرام سے نہیں آتا، بلکہ آٹھ آٹھ، دس دس سال مدرسوں میں اس جہل اور علم کے تصادم کا دور گزارنا پڑتا ہے اور اپنے اعضاء کے اندر عدل لانا ہوتا ہے۔ اگر ہمارے اپنے جسم کے اعضاء عدل نہ کریں، وہ ظلم کریں، وہ انسان کا حق ماریں، وہ دوسرے انسان کو اذیت پہنچائیں۔ ہماری زبان سے اذیتیں پہنچیں، ہمارے ہاتھوں سے اذیتیں پہنچیں، جب ہماری اپنی ذات کے اندر، ہمارے اعضاء میں عدل نہیں ہوگا تو پھر ہم اقتدار میں آکر پورے ملک کو اور پوری انسانیت کو عدل کیسے پہنچائیں گے؟ ظاہر ہے کہ اس کے لئے سچی اسلامی زندگی درکار ہے۔

تعلیم وتربیت، دین کے دو اہم شعبے:

دینِ اسلام کے دو شعبے ہیں: ایک علم کے حوالے سے اور ایک تربیت کے حوالے سے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**إنما بعثت معلما**''۔ (سنن ابن ماجہ، مقدمہ، ص:۲۱، ط: قدیمی) یعنی ''مجھے استاذ (معلم) بنا کر بھیجا گیا ہے''۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ''**بعثت**

لأتمم مکارم الأخلاق ‘‘۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی، ۱۰/۱۹۲، ط: نشر السنۃ، ملتان) یعنی ’’اعلیٰ اور محترم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں‘‘۔ اور اسی کو ’’اخلاق‘‘ کہتے ہیں۔

ہم جو اخلاق، اخلاق کی بات کرتے ہیں، یہ ’’اخلاق‘‘ کیا چیز ہے؟ اخلاق انسان کے اندر کی اس قوت کا نام ہے کہ جو اس علم پر عمل کرنے کے لئے حرکت بخشے۔ جب اذان کی آواز آتی ہے تو میرے اندر کی یہ قوت مجھے ابھارتی ہے کہ اٹھو، وضو بناؤ اور مسجد میں جاؤ۔ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو میرا علم اندر ایک قوت بخشتا ہے، ایک تحریک ملتی ہے کہ اب تم نے پورے رمضان کے روزے رکھنے ہیں، تراویح پڑھنی ہے اور تلاوت کرنی ہے۔ اس علم پر عمل کرنے کے لئے اندر کی ایک قوت جو عمل کرنے کے لئے حرکت مہیا کرتی ہے، اس کا نام ہے ’’اخلاق‘‘ ہے۔ یہ چیز انسان کی زندگی میں آنی چاہئے، ورنہ کئی لوگ ہیں جو غافل پڑے رہتے ہیں، اذانوں کی آواز سو دفعہ آئے، مسجد کا رخ کوئی نہیں کرتا، ساری زندگی کے رمضان بھی اس پر گزر جاتے ہیں وہ روزہ نہیں رکھتا، حج فرض ہو چکا ہے، اس کے باوجود زندگیاں گزر جاتی ہیں، وہ حج نہیں کرتا، اس لئے کہ اندر وہ قوت حرکت میں نہیں لاتی، اس کو دین پر عمل کرنے کے لئے نہیں ابھارتی۔ اس کا معنی ہے کہ اس کے اندر ’’اخلاق‘‘ نہیں ہیں اور اس کی تربیت نہیں ہوئی۔

ہمارے ان مدارس و مکاتب نے قرآن و حدیث کا علم بھی بچوں کو عطا کیا اور اس کے مطابق زندگی بنانے کے لئے تربیت بھی کی۔ تعلیم اور تربیت یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ رب العزت نے ہمیں بڑی نعمتوں سے نوازا ہے، اس طرح کے ہمیں ماحول عطا کئے، کتابیں ہمیں دیں، ایسی درس گاہیں دیں، ایسے استاذ ہمیں عطا کئے، اس طرح کے اکابر ہمیں عطا کئے۔

دو عظیم نعمتیں، نسب اور سند:

یاد رکھئے! اسلام ہمیشہ دو چیزوں کو بہت اہمیت دیتا ہے: ایک نسب، اور دوسری سند۔ ہماری ازدواجی اور خاندانی زندگی کے لئے اللہ نے احکامات بھیجے ہیں اور مرد و زن کی مشترک زندگی کے لئے حدود کا تعین کیا ہے، آداب کا تعین کیا ہے، گھر کے اندر کی اور گھر کے باہر کی ذمہ داریوں کو متعین کیا ہے اور مرد و زن کے درمیان ایک جوڑ اور نظم پیدا کیا ہے۔ یہی وہ چیز ہے کہ جس میں انسان کے نسب کی صحت پوشیدہ ہے اور نسب کو ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر رکھنے کے لئے تمام مذاہب میں اسلام کو امتیاز حاصل ہے۔ جب ہم اس کو نظر انداز کرتے ہیں تو انگلیاں اٹھتی ہیں، خاندانی زندگیاں اجڑتی ہیں اور تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ دینِ اسلام نے اس حوالے سے بہت تربیت کی ہے اور نسب انسان کو معاشرے میں بہت بڑی عزت دیتا ہے۔ جس کا نسب اور نسب نامہ نہ ہو، اس کو معاشرے میں ایک کمزور انسان سمجھا جاتا ہے۔

دوسری چیز ’’سند‘‘ ہے۔ ہم جن مدرسوں میں پڑھتے ہیں اور ہمارے پاس جو دینی مسئلہ ہے،

کہاں سے یہ مسئلہ تم بیان کررہے ہو؟ یہ سند بتاتی ہے، جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اور وہاں سے اللہ رب العزت تک پہنچتی ہے۔ اس سند کا اہتمام کون کررہا ہے؟ اس کا تحفظ کون کررہا ہے؟ اس کا تحفظ یہ دینی مدارس کررہے ہیں۔ ہمارا ایک بیرسٹر بھی مسلمان ہوتا ہے، ہمارا ایک ڈاکٹر بھی مسلمان ہوتا ہے، ہمارا ایک انجینئر بھی مسلمان ہوتا ہے، ہمارا ایک زمیندار بھی مسلمان ہوتا ہے، ہمارا ایک سرکاری ملازم بھی مسلمان ہوتا ہے اور وہ اپنی شریعت کے بارے میں بات کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا دین یہ کہتا ہے، لیکن اس کے پاس سند نہیں ہے، اگر اس بیچارے مسلمان کو بھی اپنے اس مسئلے کی حقانیت اور اس دین کی حقانیت کی سند کوئی مہیا کررہا ہے تو وہ ''دینی مدرسہ'' ہے۔ اس لحاظ سے اس مدرسہ کا پوری امت پر احسان ہے، یہ پوری امت کے لئے ایک روشنی مہیا کررہا ہے۔

دینی مدارس پر حملے اور ہماری ذمہ داریاں:

مدارس کے حوالے سے ہمیں احتیاط سے چلنا ہوگا کہ روشنی کی یہ شمعیں بجھ نہ جائیں۔ دینی مدرسے کا طالب علم شہید ہوتا ہے یا اس کا استاذ شہید ہوتا ہے تو اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے، لیکن سیکولر ذہن کے لوگوں کو کوئی گزند پہنچتی ہے، چاہے جتنے فسادات ہوں، بس وہ مظلوم بھی ہے، شہید بھی ہے، علم کا اجالا بھی ہے اور سب کچھ ہے۔ لیکن ہمیں حقائق کو سمجھنا ہوگا اور حقائق کو سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا۔ دینی مدرسوں کا جو ماحول ہے، ہمارے علماء اور طلبہ کا جو ماحول ہے، ہر طرف سے ان پر حملے ہیں، ان کا گھیراؤ ہے، ہمہ جہت مشکلات کا سامنا کررہے ہیں، لہٰذا ہمیں انتہائی احتیاط اور حکمت کے ساتھ قدم اٹھانا ہوگا اور ہر ایسے عمل سے دستبردار ہونا ہوگا جو ہماری اس ترجیح کو نقصان پہنچائے یا مدارس کو نقصان پہنچائے۔ مدارس کا وجود ضروری ہے اور ان کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ اگر ان کا یہ علمی سلسلہ برقرار رکھنا ناگزیر ہے تو پھر ہر ایسا عمل جو ہماری اس ترجیح کو نقصان پہنچائے اس سے ہمیں بچنا ہوگا۔

رب العالمین ہمارے ان دینی اداروں کی حفاظت فرمائے اور اس حوالے سے جو جماعتیں کام کررہی ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ توفیقِ مزید دے، سب کو اللہ تعالیٰ اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ جن بچوں نے قرآن کریم حفظ مکمل کیا ہے، ان کو بار بار مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو قائم ودائم رکھے۔ اور مولانا امداد اللہ صاحب کو مبارک باد پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے سر پر سونے کا تاج رکھے اور انسانیت کے سامنے سرخروئی کا سبب بنائے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

مجموعۂ چہل احادیث

مولانا محمد کامران اجمل
استاذ جامعہ بنوری ٹاؤن

چہل احادیث کے جمع کرنے کا سب سے بڑا محرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول: ''**من حفظ علی أمتی أربعین حدیثاً من أمر دینها بعثه الله فی زمرة الفقهاء**''(۱)۔

یہ حدیث مختلف صحابہ کرامؓ سے منقول ہے، اگر چہ اس کے تمام طرق ضعیف ہیں (۲)۔ لیکن کثرتِ طرق کی بناء پر اس کا ضعف کم ہوگیا (۳)۔ ابن عساکرؒ فرماتے ہیں کہ: ''یہ حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابوامامہؓ، حضرت ابو درداءؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے اور تمام طرق میں کلام ہے (۴)۔ لیکن باوجود ضعف کے کثرتِ روایت کی بناء پر اُسے بالکل رد نہیں کیا جاسکتا، اس کے ساتھ ساتھ علماء کا قبولِ عام بھی اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے (۵)۔

چالیس کے عدد کی اہمیت:

چالیس کا عدد ہمیشہ سے قابلِ توجہ رہا ہے، قدیم مصریوں کے یہاں ایک ''دورِ نجوم'' چالیس برس کا ہوتا ہے (۶)۔ دوسرے ادیان خصوصاً سامی ادیان میں بھی اس کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ تورات وغیرہ میں اس عدد سے ایک خاص برتری منسوب کی گئی ہے (۷)۔

چالیس سال تکمیل جوانی اور پختہ عمر میں داخل ہونے کے مترادف ہیں (۸)۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کو اس عمر میں نبوت ملی (۹)۔ اشعار عرب سے بھی اس عدد کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، سحیم شاعر نے کہا:

وماذا یدرک الشعراء منی
وقد جاوزت حدالأربعین (۱۰)

چالیس دن میں تخلیق انسانی میں تبدیلی آتی ہے، خون سے لوتھڑا، پھر گوشت وغیرہ بنتا ہے (۱۱)۔ حضرت یونس علیہ السلام چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے (۱۲)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لئے چالیس دن تک کوہِ طور پر معتکف رہے (۱۳)۔ بنی اسرائیل اپنی غلطی کی سزا میں چالیس سال تک وادیٔ تیہ میں بھٹکتے رہے (۱۴)۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ پر ذبح کیا جانے والا مینڈھا چالیس سال تک جنت میں چرتا رہا (۱۵)۔

احادیث مبارکہ میں بھی چالیس کے عدد کی اہمیت وارد ہوئی ہے، مثلاً: جو چالیس دن تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھے گا، اُسے دو پروانے عطا کئے جائیں گے:۔ ۱......آگ سے نجات، ۲......نفاق سے براءت (۱۶)۔ دوسری حدیث میں ہے فقراء مہاجرین، اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے (۱۷)۔ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے کی سزا معلوم ہو جائے تو چالیس سال تک کھڑا رہنا زیادہ آسان ہوگا بنسبت اُس کے آگے سے گزرنے کے (۱۸)۔ جس شخص نے حج کیا ہو، اُس کے لئے جہاد میں جانا چالیس حجوں سے افضل ہے (۱۹)۔

فقہ اسلامی میں بھی اس عدد کو اہمیت و مرکزیت حاصل ہے، مثلاً: زکوٰۃ میں مال کا چالیسواں حصہ ادا کیا جاتا ہے (۲۰)۔ بکریوں میں چالیس بکریوں پر ایک بکری لازم ہوتی ہے (۲۱)۔ چالیس مسنہ میں سے ایک مسنہ لازم ہے (۲۲)۔ گھوڑے کی زکوٰۃ قیمت کی صورت میں ادا کرتے وقت ہر دوسو درہم میں سے پانچ درہم صدقہ کرنا لازم ہے، جو چالیسواں حصہ ہے (۲۳)۔ غرض چالیس کے عدد کو اسلام سے پہلے اور اسلام میں بھی ایک خاص اہمیت حاصل ہے، لیکن احادیث مبارکہ کے لئے چہل احادیث کے مجموعے کا سبب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے صادر شدہ کلمات ہیں، جن کا ذکر پہلے آچکا۔

چونکہ چہل احادیث کے مجموعوں کا اصل محرک ''من حفظ علی أمتي أربعین حدیثا في أمر دینها''(۲۴) والی روایت ہے اور اس میں لفظ ''في أمر دینها'' ہے اور بعض میں ''فیما ینفعهم''(۲۵) کے الفاظ ہیں، اس لئے علماء کرام نے مختلف اوقات میں چہل حدیث کے مختلف مجموعے لکھے، کیونکہ ہر شخص نے جس چیز کی ضرورت محسوس کی، اسی کے مطابق احادیث کو جمع کیا۔ بعض حضرات نے توحید وصفات کے اثبات میں اور بعض نے احکام کی احادیث ذکر کیں، بعض نے صرف عبادات سے متعلق حدیثیں جمع کیں، بعض کی نظرِ انتخاب مواعظ ورقاق کی احادیث پر پڑی، بعض کے پیش نظر صحتِ سند کا مسئلہ تھا، بعض نے علوِ اسناد کی رعایت کی، بعض نے طویل متن والی احادیث کو جمع کیا، بعض نے اس کے علاوہ دیگر موضوعات کو اختیار کیا (۲۶)۔

مثلاً: ابن طولون نے چالیس صحابہؓ کی چالیس حدیثیں جمع کیں (۲۷)۔ ابن عساکرؒ نے چالیس طویل حدیثیں، چالیس جہاد کے بارے میں، چالیس خاص شہروں سے متعلق جمع کیں (۲۸)۔ محبّ الدین طبریؒ نے حج کے بارے میں چالیس حدیثوں کا مجموعہ لکھا (۲۹)۔ ابن الطّوسیؒ نے فقراء وصالحین کے مناقب میں چالیس احادیث لکھیں (۳۰)۔ اس کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی ضرورت کے پیشِ نظر مجموعات تیار کئے۔

اربعینات کی تعداد:

حتمی اور یقینی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ دنیا میں کل کتنے مجموعے تیار ہوئے، کیونکہ چہل حدیث ایک مختصر سا موضوع ہے، نامعلوم کس قدر حضرات نے یہ مجموعے کتنی تعداد میں لکھے؟! کیونکہ اس وقت مختلف موضوعات کا ایک بہت بڑا حصہ دنیا کے مختلف عام اور ذاتی کتب خانوں میں مخطوطات کی شکل میں موجود ہے اور آئے دن نت

نئے مخطوطات سامنے آرہے ہیں۔ اور خود اس موضوع پر ایک ایک شخص نے کئی کئی اربعینات بھی لکھیں، مثلاً: ابن عساکرؒ کے بارے میں پہلے گزر چکا کہ انہوں نے جہاد کے بارے میں، خاص بلدانیات کے بارے میں اور طویل احادیث کے اعتبار سے چہل حدیث کے مختلف مجموعے تیار کئے (۳۱)۔ اسی طرح ابن طولونؒ نے چالیس صحابہؓ سے چالیس روایات جمع کیں، فضائل قرآن کی چالیس احادیث تالیف کیں (۳۲)۔ علامہ سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ نے جہاد کے فضائل، دعا میں ہاتھ اٹھانے، امام مالکؒ کی مرویات اور مختلف احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا (۳۳)۔

البتہ بعض حضرات نے تتبع اور جستجو کے بعد مختلف زبانوں میں لکھے گئے مجموعات کی تعداد بیان کی ہے، چنانچہ ڈاکٹر قرہ خان استنبولی فرماتے ہیں: ۴۶ مجموعے فارسی میں، ۸۰ مجموعے ترکی میں اور ۲۶۰ مجموعے عربی کے میرے علم میں ہیں اور تیس سے زیادہ اردو و فارسی مجموعے پاکستان میں ہیں (۳۴)۔ لیکن ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب نے فرمایا کہ قرہ خان صاحب نے اپنی دانست کے مطابق بتایا ہے، ورنہ قاموس الکتب میں ۹۰ تراجم کا ذکر ہے (۳۵)۔ یہ اختلافِ تعداد بھی اردو و فارسی میں ہے، ورنہ عربی مجموعے بہت زیادہ ہیں، جن سے بحث نہیں کی گئی۔ ملا کاتب چلپیؒ نے لکھا ہے: **وقد صنف العلماء فی هذا الباب مالایحصیٰ من المصنفات**'' (۳۶)۔ اور ''کشف الظنون'' میں تقریباً ۷۱ مجموعوں کا ذکر ہے۔ ''دلیل مؤلفات الحدیث'' میں مکررات وشروحات وغیرہ کے بغیر ۵۰ اور کل ۱۱۳ کتب کا ذکر موجود ہے۔ ''الثقافة الاسلامیة فی الھند'' میں ہندوستانی علماء کے ۱۷ مجموعے مذکور ہیں۔

غرض اس موضوع پر کتابیں بہت لکھی گئی ہیں، جن میں سے فارسی وترکی زبان کے مجموعوں کے متعلق بینات ۱۳۹۰ھ میں ڈاکٹر قرہ خان استنبولی کا مضمون شائع ہو چکا ہے، یہاں پر صرف چند عربی مجموعات کا تعارف کیا جائے گا۔

۱......الأربعین:

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ متوفی ۱۸۱ھ کی تالیف ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ: ''ہمارے علم کے مطابق اربعینات میں سب سے پہلے یہی مجموعہ تیار ہوا'' (۳۷)۔ اس کی طباعت وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل نہ ہوسکیں، ممکن ہے کہ مخطوطہ کی صورت میں کسی کتب خانے میں موجود ہو یا بعض دیگر کتب کی طرح یہ مجموعہ بھی ضائع ہو چکا ہو۔

۲......الأربعین للنسویؒ:

ابو العباس حسن بن سفیان نسویؒ متوفی ۳۰۳ھ کی تالیف ہے، امام نوویؒ متوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ: ''یہ تیسرا مجموعۂ چہل احادیث ہے'' (۳۸)۔ دار البشائر الاسلامیة بیروت نے ۱۴۱۴ھ میں محمد بن ناصر العجمی کی تحقیق کے ساتھ ۱۰۲ صفحات میں اسے شائع کیا ہے (۳۹)۔

۳......الأربعين للآجریؒ:

ابوبکر محمد بن الحسین الآجریؒ متوفی ۳۶۰ھ کا مجموعہ ہے، المکتب الاسلامی بیروت سے ۱۴۰۹ھ میں ''الأربعون حديثا التي حث النبي صلى الله عليه وسلم على حفظها'' کے نام سے شائع ہوئی، اس پر علی حسن، علی عبدالحمید کی تعلیقات اور احادیث کی تخریج ہے، کتاب ۴۸ اصفحات پر مشتمل ہے [۴۰]۔

۴......الأربعين للبيهقیؒ:

امام شمس الدین احمد بن الحسین بن علی الشافعیؒ ۴۵۸ھ کی تالیف ہے، اس میں اخلاق سے متعلق حدیثیں جمع کی گئی ہیں، اس میں چالیس ابواب کی سوا حادیث جمع ہیں [۴۱]۔

۵......الأربعين للأصفهانیؒ:

ابوبکر محمد بن ابراہیم الاصفہانیؒ کی جمع کردہ احادیث ہیں، جو پانچویں صدی ہجری کے عالم ہیں، ۴۶۶ھ میں ان کا انتقال ہوا [۴۲]۔

۶......الأربعين الطائية:

ابوالفتوح محمد بن محمد بن علی الطائی الہمدانیؒ ۵۵۵ھ کی تالیف ہے، اس میں انہوں نے چالیس صحابہؓ کی چالیس حدیثیں شیوخ سے نقل کی ہیں، جن صحابہؓ سے روایات نقل کی ہیں، اُن میں سے ہر صحابیؓ کا تذکرہ اور فضائل وغیرہ بھی ذکر کئے ہیں اور ہر حدیث کے بعد اس میں موجود بعض فوائد کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کے مشکل الفاظ کی تشریح کی ہے، اور اس کے بعد عمدہ کلمات ذکر کئے ہیں، اس مجموعہ کا نام ''الأربعين في إرشاد السائرين إلى منازل اليقين'' رکھا ہے۔ ملا کاتب چلپیؒ فرماتے ہیں:

''یہ بہترین اور عمدہ ترین کتاب ہے، اس میں حدیث وفقہ، ادب و وعظ کا ایک حصہ جمع کیا گیا ہے، جیسا کہ سمعانیؒ اور جمال الدین ابوعبداللہ محمد بن سعید الدبیثیؒ نے ذکر کیا ہے'' [۴۳]۔

۷......الاربعين البلدانية:

اس مجموعے میں وہ چالیس حدیثیں عموماً جمع کی جاتی ہیں جو کسی خاص شہر کے رواۃ سے ہوں، یا چالیس مختلف شہروں کے مختلف علماء کی روایات ہوں، اس طرح کئی مجموعے تیار ہوئے، جن میں سے ایک ابوطاہر احمد بن محمد السّلفی الاصفہانیؒ متوفی ۵۷۶ھ ہیں، انہوں نے چالیس حدیثیں، چالیس شیوخ سے، چالیس شہروں میں سنی ہوئی جمع کی ہیں۔ صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں کہ: ''اس مجموعے سے ان کے کثرتِ اسفار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے'' [۴۴]۔ ان کے علاوہ شام کے محدث ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر الدمشقیؒ متوفی ۵۷۱ھ نے ان کا طرز اختیار کیا، بلکہ ان سے بھی زیادہ انوکھا انداز اپنایا اور چالیس

صحابہؓ کی مرویات جمع کیں، گویا چالیس صحابہؓ کی چالیس حدیثیں، چالیس شیوخ سے، چالیس شہروں میں چالیس ابواب کے متعلق لکھیں، اور ان چالیس ابواب میں سے ہر باب کے ساتھ اگر اس کے مناسب احادیث کو جمع کیا جائے تو الگ الگ کتابیں بن جائیں گی (۴۵)۔ یہ کتاب قاہرہ سے مصطفیٰ عاشور کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۹ھ میں مکتبۃ القرآن سے ۱۱۱ صفحات میں شائع ہوچکی ہے (۴۶)۔

حضرت ابن عساکرؒ کے بعد شرف الدین عبداللہ بن محمد الوانیؒ متوفی ۷۴۹ھ نے چالیس شہروں کی احادیث جمع کیں، اسی طرح ابوالقاسم حمزہ بن یوسف السہمیؒ نے چالیس شہروں کی احادیث جمع کیں، لیکن یہ مجموعہ صرف حضرت عباسؓ کے فضائل سے متعلق تھا (۴۷)۔ اسی طرح کی چالیس حدیثوں کا مجموعہ ابوالعباس احمد بن محمد ابن الظاہری الحلبیؒ نے بھی تیار کیا (۴۸)۔

۸......الأربعین النوویة:

محدث شام محی الدین یحی بن شرف النووی الشافعیؒ متوفی ۶۷۶ھ کا مجموعہ ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''بعض علماء نے اصولِ دین سے متعلق حدیثیں جمع کیں، بعض نے فروع، بعض نے جہاد، بعض نے زہد، بعض نے آداب، بعض نے خطب کے متعلق، ہر ایک کا مقصد اچھا تھا، لیکن میں نے ایسی حدیثیں جمع کیں جو ان سب کو شامل ہوں، ان میں میں نے صحت کا بھی التزام کیا ہے اور مشکل الفاظ کا ضبط بھی کیا ہے (۴۹)۔ جس طرح ابواب کی احادیث کے مجموعے میں ''ریاض الصالحین'' کو قبولیت حاصل رہی، اسی طرح اربعینات میں ''الأربعین النوویة'' کو بھی قبولیت حاصل ہوئی، اسی وجہ سے علماء نے اس کی بے حد خدمت کی ہے، علماء کی ایک جماعت نے اس کتاب کی شرح لکھی، جن میں سے بعض چھپ چکی ہیں اور بعض اب تک طبع نہ ہوسکیں۔

مثال کے طور پر یہاں چند شروح ذکر کی جاتی ہیں:

۱......ابن دقیق العید متوفی ۷۰۲ھ نے اس کی شرح لکھی جو قاہرہ سے مکتبۃ القاہرۃ نے طٰہٰ محمد الزینی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۷۵ھ میں ۱۰۸ صفحات میں شائع کی ہے (۵۰)۔

۲......محمد بن پیر علی برکلیؒ متوفی ۹۸۱ھ کی تصنیف ''شرح الأحادیث الأربعین'' ہے۔ استنبول مطبعہ عثمانیہ سے ۱۳۲۳ھ میں محمد بن مصطفیٰ الآقکرمانی کی تحقیق کے ساتھ ۳۲۰ صفحات میں شائع ہوئی ہے (۵۱)۔

۳...... سعد الدین تفتازانیؒ متوفی ۷۹۳ھ نے اربعین النوویؒ کی شرح کی جو تیونس سے ۱۲۹۵ھ میں ۱۳۷ صفحات میں شائع ہوئی (۵۲)۔ اس کے علاوہ دیگر شروحات بھی لکھی گئی ہیں، جن میں سے کچھ ''دلیل مؤلفات الحدیث'' میں مذکور ہیں۔

۹......الأربعون فی الجهاد:

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ نے چہل احادیث کے کئی مجموعے بنائے

ہیں، ایک مجموعہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں ہے، ایک امام مالکؒ کی مرویات کے بارے میں اور ایک مختلف موضوعات سے متعلق ہے، ایک مجموعہ جہاد کی فضیلت کے بارے میں ہے (۵۳)۔ موصوف کے دیگر مجموعات کے شائع ہونے کے بارے میں علم نہیں، البتہ جہاد سے متعلق ان کی چہل احادیث عمان سے محمد ابراہیم زغلیؒ کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۱۴ھ میں المکتب الإسلامی نے ۶۴ صفحات میں شائع کی ہے (۵۴)۔

۱۰......الأحاديث القدسية الأربعينة:

ملا علی قاری علی بن سلطان محمد الہرویؒ متوفی ۱۰۱۴ھ کی تالیف ہے، ملا علی قاریؒ نے مختلف مجموعے لکھے ہیں، جن میں سے بعض شائع بھی ہو چکے ہیں، چند مجموعے یہ ہیں:

۱......''أربعون حديثا فى فضل القرآن المبين'': یہ کتاب ابن عمار مراد بن عبداللہ کی تحقیق کے ساتھ قاہرہ دار عمار سے ۱۴۱۱ھ میں ۹۹ صفحات میں شائع ہوئی (۵۵)۔

۲......''رفع الجناح وخفض الجناح بأربعين حديثا فى النكاح'' کے نام سے نکاح کے بارے میں چہل حدیث کا رسالہ لکھا جو مکتبہ الصفحات الذہبیۃ ریاض سے ۱۴۰۸ھ میں خالد علی محمد کی تحقیق کے ساتھ ۸۸ صفحات میں شائع ہوئی (۵۶)۔

۳......''جوامع الكلم'' کے نام سے ایک مجموعہ ترکی سے ۱۳۱۷ھ میں شائع ہوا۔ (۵۷)۔

۴......''المبين المعين لفهم الأربعين'' مطبعۃ الجمالیۃ قاہرہ سے ۱۳۲۸ھ میں ۲۳۹ صفحات میں یہ مجموعہ شائع ہوا (۵۸)۔

۵......''الأحاديث القدسية الأربعينة'': اس میں ملا علی قاریؒ نے صرف احادیثِ قدسیہ کو ذکر کیا ہے، یہ کتاب ابواسحاق الحوینی الاثریؒ کی تخریج کے ساتھ ۱۴۱۲ھ میں جدہ سے مکتبۃ الصحابہؓ نے ۱۰۳ صفحات میں شائع کی ہے (۵۹)۔

اس کے علاوہ چہل حدیث کے عربی مجموعے اور بھی موجود ہیں، جن میں سے چند کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱:......احمد بن حرب نیشاپوریؒ (۲۳۴ھ) کا مجموعہ۔ ۲:......محمد بن اسلم طوسیؒ (۲۴۲ھ) کی کتاب الأربعین۔ ۳:......دارقطنیؒ (۳۸۵ھ) کی اربعین۔ ۴:......ابوبکر الآجریؒ کی کتاب الاربعین۔ ۵:......ابوبکر الکلاباذیؒ کی کتاب الاربعین۔ ۶:......ابونعیم الاصبہانیؒ (۴۳۰ھ) کی اربعین۔ ۷:......ابوبکر البیہقیؒ (۴۵۸ھ) کی اربعین۔ ۸:......ابن عساکرؒ (۵۷۰ھ) کی اربعین۔ ۹:......ابن عربیؒ (۵۹۹ھ) کی اربعین۔ ۱۰:......امام طبریؒ (۶۹۴ھ) کی اربعین۔

ان مجموعات کے علاوہ اور بھی اربعینات موجود ہیں، جنہیں امتِ مسلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک پر عمل کرنے کے لئے جمع کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ دینِ اسلام اور تعلیمات اسلامیہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

www.banuri.edu.pk

مراجع ومصادر

۱- شعب الایمان للبیہقی، باب فی طلب العلم، فصل فی فضل العلم وشرفہ: ۲۷۰/۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

۲- کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲۴۶/۲، ط: مکتبۃ الغزالی۔

۳- النکت للزرکشی، معرفۃ الحسن من الحدیث: ۱۰۳، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ ۴- کشف الخفاء: ۲۴۶/۲۔

۵- قواعد فی علوم الحدیث، الفصل الثانی: ۶۰، ط: ادارۃ القرآن، کراچی۔ ۶- بینات، ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ ص: ۱۴۔

۷- ایضاً۔ ۸- التفسیر المظہری، قصص: ۱۴، ج: ۱۵۰/۷، ط: ندوۃ المصنفین، دہلی۔

۹- روح المعانی، مریم: ۱۲، ج: ۷۲/۹، ط: امدادیہ، ملتان۔

۱۰- الإصابہ فی تمییز الصحابہؓ، حرف السین، القسم الثالث: ۱۱۰/۲، ط: مکتبۃ المثنی، بغداد۔

۱۱- تفسیر ابن کثیر، الحج: ۵، ج: ۶۱۴/۴، ط: دار الاندلس۔

۱۲- ایضاً، الأنبیاء: ۸۷، ج: ۵۸۷/۴۔ ۱۳- الأعراف: ۱۴۱ ۱۴- المائدہ: ۲۶

۱۵- تفسیر ابن کثیر، صافات: ۱۰۷، ج: ۲۶/۶، ط: دار الاندلس۔

۱۶- سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی کراہیۃ المرور بین یدی المصلی: ۷۹/۱، ط: المیزان، کراچی۔

۱۷- شعب الایمان للبیہقی، باب فی حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فصل فی زہدہ وصبرہ: ۱۶۷/۲، دار الکتب العلمیۃ۔

۱۸- سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی کراہیۃ المرور بین یدی المصلی: ۷۹/۱، ط: المیزان، کراچی۔

۱۹- کتاب المراسیل لأبی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی فضل الجہاد: ۳۷۳، ط: دار الصمیعی، ریاض۔

۲۰- فتح القدیر، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال: ۲۱۵/۲، ط: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

۲۱- فتح القدیر، کتاب الزکاۃ، فصل فی الغنم: ۱۹۰/۲۔ ۲۲- أیضاً، فصل فی البقر: ۱۸۷/۲۔

۲۳- أیضاً، فصل فی الفیل: ۱۹۲/۲۔ ۲۴- شعب الایمان للبیہقی، باب فی طلب العلم، فصل فی فضل العلم وشرفہ: ۲۷۰/۲، رقم الحدیث: ۱۷۲۶۔

۲۵- أیضاً، رقم الحدیث: ۱۷۲۵۔ ۲۶- کشف الظنون: ۵۲/۱، ط: مکتبۃ المثنی، بغداد۔

۲۷- أیضاً: ۵۴/۱۔ ۲۸- أیضاً ۲۹- أیضاً: ۵۵/۱ ۳۰- أیضاً ۳۱- کشف الظنون: ۵۴/۱

۳۲- أیضاً ۳۳- أیضاً: ۵۶/۱ ۳۴- بینات، ذوالحجہ، ۱۳۹۰ھ ۳۵- حاشیہ بینات، ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ، ص: ۲۴

۳۶- کشف الظنون: ۵۲/۱۔ ۳۷- متن الأربعین النوویۃ، ص: ۴، ط: مصطفیٰ البابی، مصر۔

۳۸- أیضاً، ص: ۵۔ ۳۹- دلیل مؤلفات الحدیث، الأربعون حدیثاً: ۶۶۹، ط: دار ابن حزم

۴۰- ایضاً، ص: ۶۶۰۔ ۴۱- کشف الظنون: ۵۳/۱۔ ۴۲- کشف الظنون: ۵۲/۱۔ ۴۳- أیضاً: ۵۶/۱۔

۴۴- أیضاً: ۵۴/۱۔ ۴۵- کشف الظنون: ۵۵/۱ ۴۶- دلیل مؤلفات الحدیث: ۶۶۲۔

۴۷- کشف الظنون: ۵۵/۱ ۴۸- أیضاً۔ ۴۹- متن الأربعین النوویۃ: ۷، ط: مصطفیٰ البابی مصر۔

۵۰- دلیل مؤلفات الحدیث: ۶۷۱۔ ۵۱- أیضاً۔ ۵۲- أیضاً۔ ۵۳- کشف الظنون: ۵۶/۱۔

۵۴- دلیل مؤلفات الحدیث: ۶۶۴۔ ۵۵- أیضاً: ۶۵۹۔ ۵۶- أیضاً: ۶۷۱۔

۵۷- دلیل مؤلفات الحدیث: ۶۷۲۔ ۵۸- أیضاً: ۶۷۶۔ ۵۹- أیضاً: ۶۵۹۔

قرآن کریم کی تلاوت کے آداب!

(۱)

مولانا غلام مصطفیٰ
فاضل و متخصص جامعہ بنوری ٹاؤن

قرآن کریم نور ہے، اس کے ذریعہ راہِ نجات تلاش کی جاتی ہے، اس میں شفاء ہے، اس سے روحانی وجسمانی امراض سے نجات ملتی ہے، اس کے عجائبات وغرائب کی کوئی انتہاء ہے، نہ اس کے فوائد کی کوئی حد۔ یہ وہ کتاب ہے جس نے اولین وآخرین، جن وانس کو ہدایت کی راہ دکھلائی، جن لوگوں نے اس سے اعراض کیا اور اس سے لُو لگائے بغیر راہ رو بنے وہ راہ یاب نہ ہوسکے، انہیں منزل نہ ملی، اور جنہوں نے اس کتاب پر اعتماد کیا وہی راہ یاب ہوئے، جنہوں نے اس کے مطابق عمل کیا وہ دین ودنیا کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ یہ خصوصیات اس لئے بھی ہیں کہ یہ کتاب محفوظ کتاب ہے، اس کی حفاظت کے مختلف اسباب ہیں، ایک سبب تلاوت کی کثرت بھی ہے۔ قرآن کریم عام کتابوں سے ممتاز ہے، اس لئے اس کی تلاوت کے بھی کچھ ظاہری و باطنی آداب ہیں، جن کی رعایت لازم ہے، ذیل میں وہ آداب ذکر کئے جاتے ہیں۔

تلاوت کے ظاہری آداب

پہلا ادب: پاکیزگی

تلاوت کرتے وقت آدمی باوضو ہو، ادب واحترام کے ساتھ تلاوت کرے، خواہ کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر، اگر بلا وضو لیٹ کر تلاوت کی جائے تب بھی ثواب ملے گا، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

”اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ“۔ (آل عمران:۱۹۱)

ترجمہ:......”جولوگ کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان وزمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں“۔

البتہ افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر، قبلہ رخ ہوکر باوضو ہونے کی حالت میں تلاوت کی جائے، چارزانو ہوکر بیٹھنے اور تکیہ لگانے سے اجتناب کرے۔

www.banuri.edu.pk

دوسرا ادب: پڑھنے کی مقدار

مقدار قرأت کے سلسلے میں لوگوں کی عادتیں جدا جدا ہیں، مقدار کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے بھی راہ نمائی ملتی ہے:

’’لایفقه من قرأ القرآن فی أقل من ثلاث‘‘۔ (سنن ابی داؤد)

ترجمہ:...... ’’جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کیا اس نے سمجھا نہیں‘‘۔

وجہ یہ ہے کہ اس سے کم مدت میں ختم کرنے سے تلاوت کا حق ادا نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا کہ سات دن میں ختم قرآن کیا کرو۔ (بخاری ومسلم) اس سے معلوم ہوا کہ معتدل درجہ یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک ختم ہو، اس سے زیادہ یہ ہے کہ ہفتہ میں دو ختم کئے جائیں، اس طرح تقریباً تین دن میں ایک ختم ہوگا۔ اگر تلاوت کرنے والا عالم ہو اور قرآن کریم کے معانی ومضامین میں غور وفکر کرنا اس کا مشغلہ ہو تو اس کے لئے ایک مہینے میں ایک ختم قرآن بھی کافی ہے۔

تیسرا ادب: قرآنی سورتوں کی تقسیم

جو شخص ہفتے میں ایک ختم قرآن کرے، اُسے قرآنی سورتوں کو سات منزلوں میں تقسیم کر لینا چاہئے، احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ’’حضرت عثمانؓ جمعہ کی شب میں قرآن پاک کی تلاوت شروع کرتے اور سورۂ مائدہ کے آخر تک تلاوت فرماتے، ہفتہ کی شب میں سورۂ انعام سے سورۂ ہود تک، اتوار کی شب میں سورۂ یوسف سے سورۂ مریم تک، پیر کی شب میں سورۂ طٰہٰ سے سورۂ قصص تک، منگل کی شب میں سورۂ عنکبوت سے سورۂ ص تک، بدھ کی شب میں سورۂ زمر سے سورۂ رحمٰن تک اور جمعرات کی شب (شبِ جمعہ) میں سورۂ واقعہ سے آخر تک تلاوت فرماتے‘‘۔

چوتھا ادب: ترتیل کے ساتھ پڑھنا

قرآن پاک کو اچھی طرح ترتیل کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے۔ قرآن کا مقصد تدبر اور تفکر ہے، ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے تدبر میں مدد ملتی ہے، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کے متعلق بیان فرمایا کہ: ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک حرف کو واضح کرکے پڑھا کرتے تھے‘‘۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ’’پورا قرآن جلدی جلدی پڑھنے کے مقابلے میں میرے نزدیک یہ زیادہ بہتر ہے کہ میں صرف سورۂ بقرہ وآل عمران کی تلاوت کروں‘‘۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ترتیل صرف تدبر کی وجہ سے مستحب نہیں ہے، بلکہ اس آدمی کے لئے بھی ترتیل مستحب ہے جو قرآن کے معانی نہ سمجھتا ہو، اس لئے کہ ٹھہر کر پڑھنے سے دل پر بھی زیادہ اثر ہوتا ہے۔

پانچواں ادب: تلاوت کے دوران کیفیت

تلاوت کرتے وقت انسان قرآن کریم کی وعید اورتہدید پر عذاب واحوالِ قیامت اورسابقہ قوموں کی ہلاکت کی آیات پرغورکرے اوراس دوران رونا بھی مستحب ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

’’فإذا قرأتموہ فابکوا فإن لم تبکوا فتباکوا‘‘۔(ابن ماجہ، باب فی حسن الصوت بالقرآن)

ترجمہ:......’’قرآن پڑھواوررووٴ، اگرنہ روسکوتورونی صورت ہی بنادوٴ‘‘۔

رونانہ آئے توانسان اپنے دل پرغم طاری کرلے اوریہ سوچے کہ قرآن نے مجھے کس چیز کاحکم دیاہےاورکس چیز سے روکا ہے؟اس کے بعدقرآنی اوامرونواہی کی تعمیل میں اپنی کوتاہی پرنظرڈالے،اس سے یقیناً غم پیدا ہوگا اورغم سے ہی رونے کوتحریک ملتی ہے، رجاء وامید کی آیت گذرے تو دعامانگے اور خوف کی آیت گذرےتو پناہ مانگے۔

چھٹاادب: آیات کاحق اداکرنا

دورانِ تلاوت آیات کے حقوق کی رعایت کرے، جب کسی آیتِ سجدہ سے گذرے یاکسی دوسرے سےسجدہ کی آیت سنےتو سجدہ کرے، بشرطیکہ پاکی کی حالت میں ہو،اگرزبانی تلاوت کررہا ہو اورتلاوت کرتے وقت یاسنتے وقت پاک نہ ہوتو پاک ہونے کے بعدسجدہ اداکرلے۔

ساتواں ادب: تلاوت کی ابتداء

جب تلاوت شروع کرےتو یہ پڑھے:

’’أعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم، رب أعوذ بک من همزات الشیاطین وأعوذ بک رب أن یحضرون‘‘۔

اورہرسورت کے اختتام پر یہ کہے:

’’صدق اللہ العظیم وبلّغ رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ، اللّٰھم انفعنا وبارک لنا فیہ‘‘۔ (احیاءعلوم الدین للغزالیؒ)

آٹھواں ادب: آواز کےساتھ تلاوت کرنا

اتنی آواز کےساتھ تلاوت کرنا آدابِ تلاوت میں شامل ہے کہ خودسن سکے،اس لئے کہ پڑھنے کےمعنی یہ ہیں کہ آواز کےذریعہ حروف اداہوں،اس لئے آوازضروری ہےاورآواز کاادنیٰ درجہ یہ ہے کہ خود سن سکے، جہاں تک زیادہ بلندآواز کےساتھ تلاوت کرنے کا معاملہ ہےتو یہ محبوب بھی ہےاورمکروہ بھی،بعض روایات میں بلندآواز سےتلاوت کرنےکوسراہا گیاہےاوربعض احادیث میں اس کوناپسندکیا گیاہے۔

تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آہستہ پڑھنے میں ریاکاری وتصنع کا اندیشہ نہیں ہے، جس شخص کو ریا کا اندیشہ وخوف ہو اسے آہستہ پڑھنا چاہئے، لیکن اگر اس کا خوف نہ ہو اور دوسرے کی نماز میں یا کسی دوسرے عمل میں خلل بھی نہ پڑتا ہو تو بلند آواز میں پڑھنا افضل ہے، کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور جہری قرأت دل کو بیدار کرتی ہے، اس کے افکار مجتمع کرتی ہے، نیند دور کرتی ہے، پڑھنے میں زیادہ لطف آتا ہے۔

نواں ادب: تحسین قرأت

قرآن کریم کو خوبصورت آواز میں پڑھا جائے، تحسین قرأت پر پوری توجہ دی جائے، لیکن حروف اتنے نہ کھینچے جائیں کہ الفاظ بدل جائیں اور نظم قرآنی میں خلل واقع ہو، اگر یہ شرائط ملحوظ رکھی جائیں تو تحسین قرأت سنت ہے، حدیث شریف میں ہے:

''**زینوا القرآن بأصواتکم**''۔قرآن کو اپنی آواز سے زینت دو''۔(سنن ابی داؤد)

ایک اور حدیث میں ہے:''**ما أذن اللہ لشئ ما أذن للنبی أن یتغنی بالقرآن**''۔

ترجمہ:......''اللہ تعالیٰ نے کسی اور چیز کا اس قدر حکم نہیں دیا ہے جتنا قرآن کے ساتھ خوش آوازی کا نبی کو حکم دیا ہے''۔ (بخاری، باب من لم یتغن بالقرآن)

اسی بیان پر مشتمل ایک اور روایت ہے:

''**لیس منا من لم یتغنّ بالقراٰن**''۔ (بخاری، فضائل القرآن)

ترجمہ:......''جو شخص خوش الحانی کے ساتھ قرآن نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں''۔

دسواں ادب: تلاوت کے بعد دعا

تلاوت سے فارغ ہوکر دعا بھی مانگنی چاہئے اور اگر اختتام تلاوت پر وہ دعا جو اکثر قرآنی نسخوں کے اخیر میں تحریر ہے:''**اللّٰھم ارحمنی بالقراٰن العظیم** ......'' پڑھی جائے تو زیادہ بہتر ہے، بعض کتب میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تلاوت کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔(روح البیان)

(جاری ہے)

www.banuri.edu.pk

اخلاقِ نبویؐ اورشاتمِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سزا

مفتی عارف محمود
رفیق شعبۂ تصنیف واُستاذ جامعہ فاروقیہ، کراچی

نام نہاد مفکرین ودانشوروں کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کا سہارا لے کر شاتمِ رسولؐ کی سزا سے انکار پر سیرتِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی روشنی میں ایک تحریر

اَخلاقِ حسنہ سے آراستہ ہونے کا حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرتِ انسان کو جہاں اپنی ذات عالی پر ایمان لانے، اپنے نبیوں و رسولوں خاص کر امام الانبیا والمرسلین اور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق واطاعت کا حکم دیا ہے، وہاں پر ابنِ آدم کو اس بات کا بھی مکلَّف بنایا ہے کہ وہ خود کو اَخلاق حسنہ سے آراستہ کرے اور اَخلاق ذمیمہ وسیئہ سے اپنے نفس کو پاک رکھے۔

اَخلاقِ حسنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں سے ہے

اچھے اَخلاق سید المرسلین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ مبارکہ میں سے ہیں، چنانچہ امام غزالیؒ رحمہ اللہ اسی حوالے سے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں فرماتے ہیں:

''فالخلق الحسن صفة سيدالمرسلين وأفضل أعمال الصديقين وهو على التحقيق شطر الدين وثمرة مجاهدة المتقين ورياضة المتعبدين''.

ترجمہ: ''اچھے اخلاق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور صدیقین کے اعمال میں سے افضل عمل ہے، اور وہ (اَخلاقِ حسنہ) نصفِ دین ہے اور نیک لوگوں اور عبادت گذاروں کے مجاہدے کا ثمرہ ہے''۔

اَخلاقِ حسنہ کے نصفِ دین ہونے کا مطلب

اَخلاقِ حسنہ کے نصفِ دین ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ زَبیدی رحمہ اللہ فرماتے

ہیں کہ اچھے اخلاق کا نصفِ دین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اچھے اخلاق سے دل کو طہارت و پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، جب دل طاہر و پاکیزہ ہوجاتا ہے تو نورانیت میں بڑھوتری ہوجاتی ہے، جس کے نتیجے میں شرح صدر ہوجاتا ہے، یہی انشراحِ قلب دینی احکام کے اسرار کو سمجھنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، تو اخلاقِ حسنہ اس اعتبار سے نصفِ دین ہے۔ (اتحاف سادۃ المتقین)

اخلاقِ نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ کو بیان کرتے ہوئے اللہ ربُّ العزت قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

”وَ إِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ“. (القلم:۴)

(ترجمہ): ”اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں“۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ”معارف القرآن“ میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق خود قرآن ہے یعنی قرآن کریم جن اعلیٰ اعمال و اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، آپ ان سب کا عملی نمونہ ہیں“۔

مکارمِ اخلاق کی تکمیل بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد میں سے ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد مکارم اخلاق کی تکمیل بھی ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بعثت لأتمم مكارم الأخلاق“.

ترجمہ: یعنی مجھے اس کام کے لئے بھیجا گیا ہے کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق احادیث کی روشنی میں

کتب حدیث میں سینکڑوں احادیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے متعلق مروی ہیں، یہاں ہم نمونہ کے طور پر چند کا تذکرہ کرتے ہیں:

بخاری شریف میں ہے کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ فحش گوئی کی عادت تھی اور نہ ہی آپ قصداً فحش گوئی کرتے تھے“۔ ترمذی شریف کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش گو تھے، نہ فحش کے پاس جاتے تھے، نہ بازاروں میں شور وشغب کرتے تھے، برائی کا بدلہ کبھی برائی سے نہیں دیتے تھے، بلکہ معافی اور درگزر کا معاملہ فرماتے تھے“۔

بخاری شریف ہی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گالی گلوچ کرنے والے، بدگوئی کرنے والے اور لعنت کرنے والے نہیں تھے، ہم میں سے کسی سے ناراض

ہوتے (تو اس کے اظہار کے لئے) فرماتے: اس کو کیا ہوا ! اس کی پیشانی خاک آلود ہو جائے‘‘۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا انداز

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس اعلیٰ پیمانے پر اخلاق کی تعلیم دی، اس کا اندازہ بخاری شریف کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ’’ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب شروع کردیا، لوگ اس کی طرف روکنے کے لئے بڑھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پیشاب کرنے سے نہ روکو، پھر ایک ڈول پانی منگوایا اور اس پر بہایا۔

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متاثر ہوکر غیر مسلموں کا اسلام قبول کرنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ اور حسن سلوک سے متاثر ہوکر غیر مسلم اسلام قبول کیا کرتے تھے، چنانچہ مشکوۃ شریف میں علامہ بیہقی کی دلائل النبوۃ کے حوالہ سے ایک روایت میں ایک یہودی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کا واقعہ نقل کیا گیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ’’ایک یہودی تھا جس کو ’’فلاں عالم‘‘ کہا جاتا تھا (یعنی وہ یہود کے بڑے علماء میں سے تھا) اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چند دینار قرض تھے، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے یہودی! میرے پاس کچھ نہیں کہ تجھے دوں، اس نے کہا: محمد! میں اس وقت تک آپ سے جدا نہ ہونگا جب تک آپ میرا قرض ادا نہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا! میں تیرے پاس بیٹھ جاتا ہوں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سامنے بیٹھ گئے، (اور اسی مقام پر) ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور پھر صبح کی نماز پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ اس یہودی کو دھمکاتے تھے اور نکال دینے کا خوف دلاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کو محسوس کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اس سے منع فرمایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ایک یہودی آپ کو روک سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے منع کیا ہے کہ میں اس شخص پر ظلم کروں جو ہماری پناہ میں ہے، یا جو ہماری پناہ میں نہیں۔

پھر جب دن چڑھا، یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، میرے مال کا آدھا حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، خدا کی قسم! میں نے آپ کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ محض اس لئے کیا تاکہ میں دیکھوں کہ آپ کی جو صفات تورات میں مذکور ہیں، وہ آپ میں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ تورات میں لکھا ہے: محمد بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوگا، طیبہ کی طرف ہجرت کرے گا اور اس کی حکومت شام میں ہوگی، وہ بدزبان وسنگ دل نہ ہوگا اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا، اور نہ فحش گوئی اس میں ہوگی اور نہ وہ بے ہودہ بات کہنے والا ہوگا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود

نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، یہ میرا مال موجود ہے، خدا کے حکم سے جہاں اس کو چاہیں خرچ فرمایئے۔

لوگوں کی بداخلاقی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر وتحمل

لوگوں کی بداخلاقی اور برے سلوک کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر وتحمل اور خوش اخلاقی، لاجواب و بے مثال تھی۔ مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جارہا تھا، آپ نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، جس کے کنارے موٹے تھے، راستے میں آپ کو ایک دیہاتی ملا، جس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر اس قدر سختی سے اپنی طرف کھینچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سینہ کے قریب ہوگئے، میں نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کے کنارے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر نشان ڈال دیا تھا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا: اے محمد! تمہارے پاس خدا کا مال ہے، اس میں سے مجھ کو کچھ دلوایئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا، مسکرائے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ دینے کا حکم دیا۔

اہل ایمان اور اتباع سیرت نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا تقاضا

ایک مسلمان کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، آپ کی سنت وسیرت، آپ کے اخلاق حسنہ، اوصاف حمیدہ اور زندگی گزارنے کی ایک ایک ادا اس طرح قابل تقلید اور محبوب ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی طرف نگاہ اٹھانے کی اس کا ایمان ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ زندگی کے تمام شعبوں اور پہلوؤں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایک مکمل اسوۂ حسنہ ہے۔

شاتم رسول اور ہمارے حکمرانوں اور میڈیا کا رویہ

بعض لوگ جن کا تعلق قلم وقرطاس سے ہے، جو پیٹ اور چند سکوں کی خاطر ضمیر وقلم فروشی سے بھی دریغ نہیں کرتے، ملک عزیز کے حکمران جن کو اپنی کرسی تمام چیزوں سے زیادہ عزیز ہے اور چند دانشورانِ ملت (جن کا کام ہی مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کرنا ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے بعض واقعات کا سہارا لے کر یہ پروپیگنڈہ کررہے ہیں کہ اگر کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی کرے، تو مؤاخذہ میں قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا۔

توہینِ رسالت پر سزائے موت سے انکار، سیرت نبوی سے ناواقفیت ہے

ان نام نہاد مفکرین اور فکری یتیم دانشوروں کی اس بات کو اگر تسلیم کرلیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا تو اسے اس بات کی دلیل میں پیش کرنا کہ

توہین رسالت کے مرتکب کو قابل گردن زدنی نہیں سمجھا جائے گا، قطعاً درست نہیں، یہ احکامِ خداوندی، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ وتابعین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے طرز عمل اور جمہور اہلسنت والجماعت کے اتفاقی مؤقف سے نہ صرف ناواقفیت، بلکہ نری جہالت کی علامت ہے، کیونکہ محارم اللہ کے ارتکاب پر مؤاخذہ اور منصب رسالت کی توہین پر گستاخ کی گردن مارنا نہ صرف شریعت کا حکم ہے، بلکہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک پہلو ہے۔

مسئلۂ اَخلاق سے متعلق ایک سنگین غلطی

مسئلۂ اخلاق کے حوالہ سے ایک سنگین غلطی اور بڑی غلط فہمی جس میں یہ لوگ مبتلا ہیں، وہ یہ کہ صرف رحم ورأفت اور تواضع وانکساری کو پیغمبرانہ اخلاق کا مظہر سمجھ لیا ہے، حالانکہ اخلاق کا تعلق زندگی کے تمام پہلوؤں اور گوشوں سے ہے۔ دوست ودشمن، عزیز وبیگانہ، چھوٹے بڑے، مفلسی وتوانگری، صلح وجنگ، گرفت ومؤاخذہ، عفوودرگزر اور خلوت وجلوت، غرض ہر جگہ اور ہر ایک تک دائرہ اخلاق کی وسعت ہے۔

اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے والوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لینا

احادیثِ مبارکہ میں صراحتاً یہ بات موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا (اس انتقام نہ لینے کا صحیح مطلب آگے آرہا ہے) لیکن اگر کسی نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کیا اور حدودِ اسلام سے تجاوز کیا تو ضرور اس سے انتقام لیتے تھے، چنانچہ صحیحین میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو کاموں میں سے ایک اختیار کرلینے کی ہدایت کی جاتی تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرمالیتے، اگر وہ گناہ نہ ہوتا، اگر گناہ کا سبب ہوتا تو اس سے دور ہوجاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی بات میں کسی سے انتقام نہیں لیا، البتہ جس چیز کو خدا تعالیٰ نے حرام کیا ہے، اگر اس کو حلال کیا گیا تو آپ ضرور انتقام لیتے تھے''۔

یہی مضمون مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی منقول ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، یعنی نہ عورت کو اور نہ خادم کو، مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے (تو اپنے ہاتھ سے دشمنوں کو مارتے تھے) اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز (تکلیف) پہنچتی تو آپ اس کا انتقام نہ لیتے تھے، مگر جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کا ارتکاب کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی سزا ضرور دیتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں "باب ما یجوز من الغضب والشدة لأمر اللّٰه" کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے، اس ترجمۃ الباب کا مقصد بیان کرتے ہوئے استاذ المحدثین شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب أطال اللّٰه بقاءه علینا کشف الباری میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

لوگوں کی اذیت پر صبر کرنا اور اپنی ذات کے لئے ان سے انتقام نہ لینا اور ان سے شفقت اور نرمی والا برتاؤ کرنا اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ میں شامل تھا، تاہم دین اور شریعت اور اللہ کے احکام کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رعایت نہیں فرماتے تھے، بلکہ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں اللہ کے دشمنوں کفار کے ساتھ سخت برتاؤ کا حکم دیا ہے۔

مسئلہٴ اَخلاق اور شاتمِ رسول کے متعلق ایک شبہ اور اس کا جواب

کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور عفو و درگزر کے بعض واقعات کا سہارا لے کر یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں اور مخالفین کی طرف سے پہنچائی گئی ایذا و تکلیف کو نہ صرف برداشت کرتے، بلکہ عفو و درگزر بھی فرماتے تھے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ”الشفاء“ میں اس شبہ پر تفصیلی رد کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے، ایمان کو ان کے دلوں میں راسخ کرنے اور ان کو ایک کلمہ پر جمع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر و تحمل اور عفو و درگزر کا معاملہ فرمانے کا حکم دیا تھا، لیکن جب اسلام مستحکم ہوا اور اللہ نے مسلمانوں کو قوت و غلبہ عطا فرمایا، تو پھر یہ حکم تبدیل ہو گیا، اس کے بعد جس بدبخت و گستاخ پر قدرت ہوئی اور جس کی شرارت و فتنہ انگیزی مشہور ہو گئی تھی اسے نہ صرف قتل کر دیا گیا، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون بھی ہدر (رائیگاں) قرار دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے نفس کے لئے انتقام نہ لینے کا صحیح مطلب

بعض روایات میں جو آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہوا، تو اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قول و فعل کے ذریعے بے ادبی کا معاملہ کیا، یا کوئی گستاخی، یا بدمعاملگی کی، خواہ جان کے حوالے سے ہو یا مال کے سلسلے میں، اور ایسا کرنے میں اس کا مقصود درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا و تکلیف پہنچانا نہ تھا، بلکہ اس نے اس طرح کے اقدامات اپنی جبلی، یا فطری افتاد کی بنا پر کئے، جیسے ماقبل میں بَدُّو کی بدسلوکی کا واقعہ گذرا، جس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چادر مبارک کو اس طرح کھینچا کہ گردن مبارک پر نشان پڑ گیا، تو یہ کوئی ایذا و تکلیف پہنچانے کی غرض سے نہیں تھا، بلکہ یہ اس دیہاتی کی جہالت یا فطری اجڈ پن کی وجہ سے تھا، چونکہ یہ ایسا عمل ہے جو بشری فطرت کے تحت ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انتقام نہیں لیا، عفو و درگزر سے کام لیا۔

ہاں! البتہ اگر کسی نے قصداً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی، یا کوئی ایذا پہنچائی، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انتقام لیا ہے، کیونکہ اس طرح کے لوگوں کا سلوک تو درحقیقت اللہ عز و جل کی حرمت کی ہتک تھی، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

www.banuri.edu.pk

کو نبوت سے سرفراز کرنا اور مقام و مرتبہ عطا کرنا وغیرہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا از روئے اخلاق بعض بد اخلاقوں کو معاف کرنا

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالفین کی ایذا پر صبر کرنا اور ان کو معاف کرنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا، یہ آپ علیہ السلام کا حق تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کو معاف بھی کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد امت میں سے کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان زیادتیوں کو برداشت کرے، کیونکہ یہ اب کسی قوم یا قبیلہ کا حق نہیں، بلکہ تمام امت مسلمہ کا حق ہے، اور امت کے کسی فرد کو یہ جرم معاف کرنے کا حق ہرگز نہیں، لہٰذا نہ تو پاکستان کے صدر اور وزیر اعظم کو یہ حق حاصل کہ وہ جرم توہین رسالت کے مرتکب کو معاف کرے اور نہ ہی کسی فرد یا قومی ادارے کو یہ اختیار کہ وہ اس سلسلہ کے قوانین میں ترمیم کرے۔

کیا کوئی شاتمِ رسولؐ کی سزا معاف کرسکتا ہے؟

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''الصارم المسلول'' میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ایک مسلمان کے لئے توہین رسالت کو معاف کرنے کا کوئی جواز نہیں، یہ اس کی ذات کا معاملہ ہے ہی نہیں کہ وہ مجرم کو معاف کرکے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے یہ تو اس کے اللہ، اس کے رسول اور دین اسلام کا حق ہے، لہٰذا اُسے چاہیئے کہ وہ مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچائے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''إن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان له أن يعفو عمن شتمه و سبه في حياته و ليس لأمته أن يعفو من ذلک''.

ترجمہ: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنی زندگی میں سب وشتم کرنے والوں سے درگزر کریں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس جرم کو معاف کرے۔

نام نہاد دانشوروں اور حکمرانوں کا اپنی توہین پر رویہ

افسوسناک بات یہ ہے کہ ''دانشور''، ''مفکرین'' اور ''علامہ'' کہلانے والے یہ جاہل اور ہمارے سیاسی زعماء و پیٹ کے پجاری چند حکمران جو اپنی ذات کے حوالے سے ایک لفظ بھی توہین کا برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ بعض دفعہ اپنی انا کی تسکین اور اپنی توہین کا انتقام لینے کے لئے سینکڑوں نہیں ہزاروں انسانوں کی زندگیوں کو آگ میں جھونک دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے، وہ اہل اسلام کو توہین رسالت کے موقع پر چشم پوشی، بزدلی اور انسانی حقوق کے نام پر گستاخوں کو معاف کرنے اور توہین رسالت سے متعلقہ قوانین میں ترمیم کروانے کے لئے سیرت کا حوالہ دیتے ہیں۔

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صرف تواضع وانکساری کا نام نہیں

محترم قارئین! گزشتہ سطور میں ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ اخلاق حسنہ اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صرف رحم ورافت اور تواضع وانکساری ہی کا نام نہیں، بلکہ یہ بھی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پہلو ہے کہ جب اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرلیا جائے، حدود اللہ سے تجاوز ہونے لگے اور کوئی بدبخت تحریر وزبان سے شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی کرے تو اس کی گرفت کی جائے اور اس کا مؤاخذہ کیا جائے، لیکن یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ گرفت ومؤاخذہ ہماری سوچ اور رائے کے مطابق نہیں، بلکہ ہمیں اس سلسلے میں بھی شریعت مطہرہ کے بیان کردہ احکامات اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کرنا ہوگا۔

شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا، قرآن کی روشنی میں

قرآن کریم کی متعدد آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شاتم رسول کی سزا موت ہے، ہم یہاں صرف ایک آیت کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب میں ارشاد فرماتے ہیں: ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا دیتے ہیں، اللہ ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے“۔ اسی سورت میں تین آیات کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”لعنت کئے گئے ہیں، جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور بری طرح قتل کئے جائیں“۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں کے بارے میں دنیاوی سزا تو یہ بیان کی گئی ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے، اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے، دنیاوی لعنت کی وضاحت کرتے ہوئے قاضی عیاض رحمہ اللہ ”الشفاء“ میں فرماتے ہیں: ”گستاخ رسول پر دنیاوی لعنت یہی ہے کہ اس کو قتل کردیا جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وہ پھٹکارے ہوئے ہیں جہاں پائیں جائیں پکڑیں جائیں اور قتل کردیئے جائیں“۔

شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا، سیرت نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی روشنی میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں شقی اور بدبخت قسم کے لوگوں کی طرف سے گستاخی کا سلسلہ صرف آج کا نہیں، بلکہ زمانۂ نبوت میں بھی اس طرح کے واقعات پیش آئے، ان میں سے بعض بدبختوں کو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے اور حکم سے قتل کردیا گیا اور بعض کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر کٹ مرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جہنم واصل کیا۔

شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کعب بن اشرف کے قتل کا حکم

کعب بن اشرف مشہور یہودی رئیس تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتا اور ہجویہ اشعار کہتا تھا، بخاری شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کے قتل کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ’’کون کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگائے گا؟ کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتا ہے‘‘۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر جا کر اس کا کام تمام کر دیا۔

شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابن خطل اور اس کی لونڈیوں کو سزائے موت

شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابن خطل اور اس کی دو لونڈیاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی کیا کرتے تھے، بخاری شریف میں ہے کہ فتح مکہ کے دن عام معافی کا اعلان کر دیا گیا تھا، لیکن شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابن خطل کو معافی نہیں دی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا، لہٰذا اس کو اس حال میں قتل کر دیا گیا کہ اس نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دونوں لونڈیوں کے قتل پر ان کا خون رائیگاں قرار دیا۔

شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابن أبی معیط کے قتل کا واقعہ

’’الشفاء‘‘ میں بزار کے حوالے سے منقول ہے کہ جب عقبہ بن أبی معیط قتل ہونے لگا تو اس نے پکار کر کہا: قبیلہ قریش کے لوگو! دیکھو! آج میں تمہارے سامنے قتل کیا جا رہا ہوں (اور تم خاموش ہو) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر فرمایا: تو اپنے کفر اور رسول اللہ پر افترا پردازی کے باعث قتل ہو رہا ہے۔ سنن أبی داؤد اور نسائی میں ہے کہ ایک نابینا صحابیؓ نے اپنی لونڈی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر قتل کر ڈالا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون مباح اور ہدر فرمایا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ’’الشفاء‘‘ میں ان واقعات کو جمع کیا ہے، جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے قتل کا حکم فرمایا، جنہوں نے شان رسالت میں کوئی گستاخی کی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی تھی۔

شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزائے موت پر تمام اُمت کا اتفاق

دورِ نبوت کے ان مذکورہ بالا واقعات سے یہ بات بالکل بے غبار ہو کر سامنے آتی ہے کہ توہین رسالت کوئی معمولی جرم نہیں کہ جس سے چشم پوشی اختیار کی جائے، اس کی کم از کم سزا موت ہے، چنانچہ عہد نبوت سے لے کر آج تک پوری امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم واجب القتل ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نے ائمہ اربعہ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔

نام نہاد دانشوروں کے بیمار قلوب کا علاج

چونکہ توہین رسالت ایک انتہائی حساس اور اہم موضوع ہے، تمام امت مسلمہ کا ایمان اور جذبات اس سے وابستہ ہیں، اس لئے امت کے جلیل القدر علمائے کرام نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، ہمارے نام نہاد دانشور حضرات کو اگر ان کا مطالعہ نصیب ہو جائے تو یقیناً ان کے بیمار قلوب شفا پا جائیں گے۔

اربابِ اقتدار سے گذارش

اس نازک موڑ پہ ملک عزیز کے ارباب اقتدار سے گذارش ہے کہ خدارا! چند دنوں کے اقتدار کی خاطر اپنی عاقبت برباد نہ کریں، قانون توہین رسالت میں کسی طرح کی ترمیم سے باز رہیں، بلکہ ایسے مواقع پر ہونا یہ چاہئے کہ ایک مسلمان ملک کے حکمران ہونے کی حیثیت سے وہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں اور شاتمین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیفر کردار تک پہنچائیں، مبادا! اللہ کی گرفت و پکڑ کے شکار نہ ہو جائیں۔

میڈیا سے وابستہ افراد سے درخواست

اس کے ساتھ ساتھ میڈیا سے وابستہ افراد سے درخواست ہے کہ خدارا! ضمیر و قلم فروش مت بنیں، دنیا کے یہ چند سکے و ٹکے کب تک کام آئیں گے، آخر ایک دن آپ نے بھی مرنا ہے اور اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنی ہے، سوچئے! آج توہین رسالت پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی بجائے ہم گستاخوں کی صف میں کھڑے ہوں تو کل قیامت کے روز اپنے آقا و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کس منہ سے سامنا کریں گے؟ کیا ان حرکتوں کی ہمارا ایمان اور غیرت اجازت دیتے ہیں؟ کیا روز محشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کے حق میں شفاعت فرمائیں گے؟ نہیں! اور یقیناً نہیں، تو پھر ہمیں اپنی روش تبدیل کرنی ہوگی اور اللہ سے معافی طلب کر کے گذشتہ کی تلافی کی فکر میں لگنا چاہئے۔

اہلِ ایمان کی ذمہ داری

اپنے مسلمان بھائیوں سے میری گذارش ہے کہ وہ میڈیا کے اس ایمان کش سیلاب سے اپنے آپ کو بچائیں، جب بھی کوئی ایسا موقعہ آئے تو ان نام نہاد دانشوروں کی باتوں پر کان نہ دھریں، بلکہ مستند اور محقق علمائے کرام کی طرف رجوع کریں، تا کہ ہمارا ایمان شکوک وشبہات سے محفوظ رہے۔ اس کے علاوہ دشمن کے ان ہتھکنڈوں کے جواب میں ان کی تہذیب وتمدن سے عملی طور سے نفرت کا اظہار کریں، ان کا معاشی بائیکاٹ کریں اور زندگی کے ہر شعبہ میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل اتباع کریں، اپنے آقا و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود وسلام بھیجیں، تا کہ دشمن اپنے مذموم مقاصد میں نا کام و نامراد ہو جائے۔

مولانا محمد حسن عباسیؒ کا وصال

محمد اعجاز مصطفیٰ

حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مراقدہما کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد حسن عباسیؒ ۲۶ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۱ر دسمبر ۲۰۱۲ء بروز منگل زندگی کی ۹۱ بہاریں گزار کر راہی بعالم عقبیٰ ہوگئے۔ **إنا للّٰه وإنا إليه راجعون، إن للّٰه ماأخذ وله ماأعطىٰ وكل شيء عندهٗ بأجل مسمى۔** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”يذهب الصالحون الأول فالأول ويبقى حفالة كحفالة الشعير أو التمر لايباليهم اللّٰه بالة“.

ترجمہ: ”نیک لوگ یکے بعد دیگرے اُٹھتے جائیں گے اور انسانیت کی تلچھٹ پیچھے رہ جائیں گے، جیسا کہ ردی جو اور کھجور رہ جاتے ہیں، حق تعالیٰ ان کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا“۔

دوسری حدیث میں ہے:

”إن اللّٰه لايقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من قلوب العباد ولكن يقبضه بقبض العلماء حتىٰ إذا لم يبق عالماً اتخذ الناس رؤساً جهالاً فسئلوا بغير علم فضلوا وأضلوا“.

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ اس علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ بندوں کے سینوں سے چھین لے، بلکہ قبض علم کی یہ صورت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ علماء کو اٹھاتا رہے گا، یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے، ان سے سوالات ہوں گے، وہ بغیر جانے بوجھے فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے“۔

ان دونوں احادیث سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ علم صحیح اور عمل صحیح جب تک رہے گا، یہ دنیا فتنوں،

گمراہیوں اور فسق وفجور سے محفوظ رہے گی اور یہ دونوں چیزیں علماء، اولیاء اور صلحاء کے وجود سے ہی قائم رہتی ہیں۔

آج ایک طرف یہ علماء اور صلحاء اس دنیا کو چھوڑ کر عالم عقبیٰ کو سدھار رہے ہیں تو دوسری طرف دنیا میں فتنہ وفساد، ظلم وستم، قتل وقتال اور بعض وعناد عروج پر ہے۔ وجہ یہی ہے کہ یہ علماء اور اللہ کے برگزیدہ بندے اپنی اخلاص بھری عبادات سے جہاں اپنے خالق کو راضی رکھتے تھے، وہاں اپنی نالۂ نیم شبی کے ذریعہ اللہ کی مخلوق کے لئے فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ بھی تھے۔اے کاش! یہ بزرگ ایک ایک کر کے اس دنیا سے اُٹھتے جارہے ہیں، صرف ایک مہینے میں کئی بزرگ ہستیاں ہم سے جدا ہوگئیں۔

حضرتؒ ۱۹۲۱ء میں حاجی محمد ہاشم کے گھر گوٹھ راضی کلہوڑ وتعلقہ کنڈیارو ضلع نوشہروفیروز میں پیدا ہوئے۔قرآن کریم کی تعلیم خلیفہ غلام محمدؒ سے حاصل کی، پرائمری کی تعلیم کے بعد مورو کے قریب مدرسہ مفتاح العلوم میں مولانا محمد کاملؒ کی خدمت میں رہے۔ بعد میں مدرسہ انوار العلوم کنڈیارو میں تکمیل حدیث کی۔آپ نے پہلی بیعت ملک کے عظیم بزرگ حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ سے کی اور دوسری بیعت حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے کی، ۱۱؍رجب ۱۳۷۰ھ میں حضرت نے آپ کی دستار بندی کرائی اور آپ کو خلافت عطا کی۔حضرت کو عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام سے خصوصی تعلق تھا۔ راقم الحروف حضرت ڈاکٹر عبدالسلام زیدمجدہم خلیفہ مجاز مولانا غلام رسول خلیفہ مجاز حضرت لاہوری نوراللہ مرقدہما کی اطلاع اور ہدایت پر کراچی سے شاہ پور چاکر آپ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوا۔آپ کی نمازِ جنازہ حضرت مولانا عبدالحئی دامت برکاتہم شیخ الحدیث مدینۃ العلوم ٹنڈوآدم نے پڑھائی۔آپ کی نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت فرمائی۔اللہ تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس نصیب فرمائیں، آپ کے معتقدین، متوسلین اور اقرباء کو صبر جمیل سے نوازیں۔

جناب پروفیسر غفور احمدؒ

۱۲؍صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۶؍دسمبر ۲۰۱۲ء بروز بدھ جناب پروفیسر غفور احمد بھی اس دنیا سے چل بسے،إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ماأخذ ولہ ماأعطیٰ وکل شیٔ عندہٗ بأجل مسمیٰ۔

جناب پروفیسر غفور احمدؒ ۱۹۲۶ء میں انڈیا بریلی میں پیدا ہوئے۔آگرہ، لکھنؤ یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی، اسلامیہ کالج لکھنؤ میں پروفیسر مقرر ہوئے، پاکستان بننے کے بعد کراچی میں چارٹرڈ اکاؤنٹس انسٹی ٹیوٹ اور اردو کالج میں پڑھاتے رہے۔۱۹۷۰ء کے الیکشن میں کراچی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ پارلیمنٹ میں جماعت اسلامی کے پارلیمانی لیڈر تھے۔۱۹۷۴ء میں جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا تو آپؒ نے حضرت مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ کے ساتھ مل کر ایک تاریخی کردار ادا کیا۔

آپؒ ہمیشہ محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہٗ سے برابر ملاقات اور

مشاورت میں رہتے تھے، جب کہ محدث العصر اس وقت عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے امیر تھے۔

کچھ عرصہ سے جناب پروفیسر غفور احمد علیل تھے، علاج معالجہ جاری تھا کہ وقت موعود آ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حسنات کو قبول فرمائے اور آپ کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد امیر بجلی گھر کی رحلت!

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے بانی محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ کے رفیق وساتھی، شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ کے خصوصی شاگردِ رشید، جمعیت علماء اسلام کے سابق راہنما، پشتو زبان کے ہردل عزیز عوامی خطیب حضرت مولانا محمد امیر المعروف مولانا بجلی گھر ۱۶؍صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۳۰؍دسمبر ۲۰۱۲ء کو اس دارِ فانی سے رحلت فرمائے عالم آخرت کو سدھار گئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہ ما أعطیٰ وکل شیء عندہٗ بأجل مسمیٰ.

حضرت مولانا محمد امیر صاحب کا نام ایک عرصہ سے سنا تھا، لیکن آپ کی زیارت کا شرف گزشتہ سال ملا اور اس کی سبیل یوں بنی کہ پشاور کا سفر ہوا۔ مولانا محمد ایاز حقانی مدظلہ کے توسط سے آپ کے صاحبزادے مولانا محمد قاسم بجلی گھر سے ملاقات کا وقت طے ہوا، غالباً عصر کے بعد کا وقت تھا، جب ہم وہاں پہنچے تو حضرت بہت خوش ہوئے اور اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھایا اور کافی دیر تک بزرگوں کے حالات سناتے رہے، لیکن محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ کا تذکرہ بڑے وجد اور رقت آمیز انداز میں فرماتے رہے۔

فرمایا کہ: حضرت بنوریؒ جب پشاور تشریف لاتے تو میں اپنے ادارہ سے چھٹی لے لیتا تھا اور پورے سفر میں حضرت کے ساتھ رہتا تھا، حضرت پشاور کے سفر میں اور جگہوں کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ اپنی والدہ کی قبر پر ضرور تشریف لے جاتے اور فرمایا: مولوی صاحب! میں قسمیہ کہتا ہوں کہ جو سکون آپؒ کی والدہ کی قبر پر میں محسوس کرتا تھا وہ اور کہیں مجھے محسوس نہ ہوا۔

اور فرمایا: ایک بار میں نے حضرت بنوریؒ سے عرض کیا کہ حضرت! کراچی میں اپنا ایک مکان بنالیں، تو حضرت بنوریؒ نے فرمایا: جب تم کراچی آؤ گے تو میرا مکان دیکھ لوگے۔ جب میں کراچی گیا، میں نے کہا: حضرت! اپنا مکان دکھائیں، تو حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور جہاں آپ کی قبر مبارک ہے، یہاں مجھے لے گئے اور اپنی لاٹھی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اس سے اسی جگہ پر لکیر کھینچ کر فرمایا: یہ میرا مکان ہے اور اب جب تم کراچی آؤ گے تو مجھے یہاں دیکھو گے۔ مولانا محمد امیر صاحبؒ نے فرمایا: پھر ایسا ہی ہوا۔

اسی دن جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر بھی آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ حضرت مرحوم نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے بھی بہت دیر تک گفتگو فرمائی، اور والہانہ انداز میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کا نام لیتے رہے۔

پھر فرمایا کہ: کافی عرصہ ہوا میرے پاس ماہنامہ بینات نہیں آتا، میں نے وعدہ کیا کہ ان شاء

اللہ! کراچی پہنچتے ہی میں آپ کو بھجوا دوں گا۔ میں نے کراچی پہنچ کر نائب رئیس جامعہ علوم اسلامیہ حضرت مولانا سید محمد سلیمان بنوری مدفیوضہم سے اس ملاقات کا تذکرہ کیا اور آپ کو حضرت کا سلام پہنچایا، بلکہ مولانا مرحوم کی خواہش تھی کہ میں حضرت بنوریؒ کے فرزند ارجمند سے ملاقات کروں اور ان سے بات کروں۔ اس وقت نائب رئیس جامعہ نے حضرت مولانا محمد امیر صاحب سے فون پر بات کی اور حال احوال دریافت کئے اور فرمایا: اب میں پشاور جب آؤں گا تو آپ سے ضرور ملاقات کروں گا۔ الحمد للہ مولانا سید سلیمان بنوری زیدمجدہم نے بھی آپ کی زندگی میں آپ سے ملاقات کرلی تھی۔

آپ کا نام نامی تو محمد امیر تھا، لیکن آپ مولانا بجلی گھر سے مشہور ومعروف تھے، وجہ یہ تھی کہ آپ پشاور کے پاور ہاؤس (بجلی گھر) ٹاؤن کی مسجد میں طویل عرصہ امام وخطیب رہے، اس لئے مولانا بجلی گھر کے نام سے مشہور ہوگئے۔ آپؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ کے صرف شاگرد رشید ہی نہ تھے، بلکہ آپ کو شیخ الحدیث صاحب سے والہانہ محبت وعقیدت تھی، اسی بنا پر آپ نے اپنے استاذ کی وہ تمام باتیں اور ملفوظات جو آپ نے مختلف مجالس میں ان سے سنے تھے، ان کو اپنے حافظہ میں محفوظ کررکھا تھا، اپنے بیٹے حضرت مولانا محمد قاسم کو وہ قلم بند کرائے اور انہوں نے وہ سب ملفوظات ''مجالس غورغشتوی'' کے نام سے ایک خوبصورت کتاب مرتب فرمادی۔

اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں اور آپ کے عزیز، اقرباء اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

مولانا قاری رفیق الخلیل شہیدؒ

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کے خلیفہ مجاز، عالمگیر مسجد کے امام وخطیب، بزرگ عالم دین مولانا رفیق الخلیل کو ۱۶؍صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۳۰؍دسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار دہشت گردوں نے فائرنگ کرکے شہید کردیا۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ماأخذولہ ماأعطیٰ وکل شیء عندہٗ بأجل مسمیٰ۔

حضرت مولانا قاری رفیق الخلیل ۱۹۵۰ء میں خانیوال میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم دارالعلوم کبیروالا سے حاصل کی، ۱۹۶۸ء میں جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی میں استاد رہے، اس دوران جامع مسجد عالمگیر میں امام وخطیب مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۸۸ء میں ملیر ۱۵ میں انہوں نے ''ادارۃ الفرقان'' کے نام مدرسہ قائم کیا، اسی مدرسہ سے واپس آتے ہوئے آپ کو شہید کیا گیا۔ آپؒ نے پسماندگان میں ۴؍بیٹے، ۲؍بیٹیاں اور ایک بیوہ چھوڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب کے درجات کو بلند فرمائے، آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور آپؒ کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں۔

جناب قاضی حسین احمدؒ کا سانحۂ ارتحال

ملی یکجہتی کونسل کے صدر، متحدہ مجلس عمل کے سابق صدر، جماعت اسلامی کے سابق امیر محترم جناب قاضی حسین احمد صاحب ۵، ۶ر جنوری ۲۰۱۳ء کی درمیانی رات دل کے عارضہ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ماأخذ ولہ ماأعطیٰ وکل شیء عندہٗ بأجل مسمیٰ۔

حضرت قاضی صاحب چار بار جماعت اسلامی کے امیر منتخب ہوئے اور بائیس سال تک جماعت کے امیر رہے اور جماعت اسلامی کو آپ کے دورِامارت میں خوب ترقی ملی اور جماعت اسلامی کو دینی وسیاسی جماعتوں میں نمایاں مقام تک پہنچایا۔ ہر دینی تحریک میں آپؒ قائدانہ کردار ادا کرتے نظر آتے۔ وقتاً فوقتاً وہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن بھی تشریف لاتے اور بزرگوں سے اس وقت کے حالات کے بارہ میں تبادلہ خیال فرماتے۔ آپ کے انتقال پُرملال کے موقع پر جامعہ کے رئیس حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنی اور جامعہ کے اساتذہ کی طرف سے جو تعزیت نامہ آپ کے پسماندگان کے ہاں بھیجا، وہ یہ ہے:

’’محترمی ومکرمی، عزیزان گرامی! صاحبزادگانِ محترم قاضی حسین احمد صاحب مرحوم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج مورخہ ۲۳/۲/۱۴۳۴ھ بمطابق ۶/۱/۲۰۱۳ء کو آپ کے والد گرامی محترم قاضی حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پُرملال کی خبر سنی، فإناللّٰہ وإنا إلیہ راجعون۔

محترم قاضی حسین احمد صاحب کا ہماری جامعہ سے ایک ناقابل فراموش تعلق رہا ہے، جس کی وجہ سے ہم آپ کے اس دُکھ درد میں خاندان کے افراد کی طرح شریک اور غم زدہ ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ حضرت مولانا لطف اللہ پشاوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ رفقاء کاروں اور جامعہ کے اولین معماروں میں شمار ہوتے تھے، اور محترم قاضی حسین احمد صاحب مرحوم، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے لگتے تھے، اس لئے ہمیں آپ کی رحلت فاجعہ پر گہرا افسوس اور انتہائی رنج ہے، مگر ہم وہی کہیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مواقع کے لئے فرمایا ہے، جو کہ طبعی حزن کے ساتھ ساتھ صبر واستقامت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنا ہے۔ یہی آپ کو تلقین کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے والد گرامی کی مغفرت فرمائے اور ان کے سلاسل خیر کو جاری وساری رکھنے کے لئے آپ حضرات کو توفیق واستعداد نصیب فرمائے ....آمین

فقط والسلام

عبدالرزاق اسکندر

مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

۲۳/۲/۱۴۳۴ھ‘‘

آپؒ ہمیشہ اس بات کے کوشاں رہے کہ ملک میں اتحاد و یگانگت ہو، دینی و مذہبی جماعتوں میں جو بعد اور افتراق و انتشار کی فضا ہے، اسے کسی طرح دور کیا جائے اور سب کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کیا جائے، اسی مقصد کے لئے آپ نے ملی یکجہتی کونسل کو دوبارہ فعال کیا اور اسلام آباد میں تمام جماعتوں پر مشتمل ایک بہت بڑا اجتماع منعقد کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائے اور آپ کے لواحقین کو آپؒ کا مشن جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنے قلبی جذبات اور روحانی کیفیات کو الفاظ کا جامہ پہنایا، جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں: ''یہ درماندہ مواجہ شریف پر حاضرِ خدمتِ اقدس ہوا تو فوراً ہی ایک شعر وارد ہوگیا، بعد میں تدریجاً مدینہ منورہ ہی میں اور شعر بھی ہوگئے، آخری شعر رُخصت کے وقت ہوا......نفیسؔ''۔

یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)

عطا قدموں میں ہو دائم حضوری یا رسول اللہؐ!
ہے اب ناقابلِ برداشت دُوری یا رسول اللہؐ!

عنایت ہو اگر اِک لمحہ اپنی خاص خَلوت کا
مجھے اِک عرض کرنی ہے ضروری یا رسول اللہؐ!

اجازت ہو تو کچھ چشمانِ تر سے بھی بیاں کرلوں
ابھی ہے داستانِ غم ادھوری یا رسول اللہؐ!

مِری غایت تمنا ہے درِ اقدس کی دَربانی
زہے عزت اگر ہوجائے پوری یا رسول اللہؐ!

مدینے ہی میں آکر راحت و تسکین پاتی ہے
دلِ فرقت زَدہ کی ناصبوری یا رسول اللہؐ!

دمِ رُخصت نفیسؔ اشکوں سے تَر ہے رحم فرماؤ
خدا را اِک جھلک ہلکی سی نوری یا رسول اللہؐ!

صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ وسلم

کلام: حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

www.banuri.edu.pk

مروجہ تکافل کا شرعی حکم

مولوی محمد مدثر عبدالرزاق

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

آج کل مروجہ انشورنس کے جائز متبادل کے طور پر مختلف تکافل کمپنیاں کام کررہی ہیں۔ ہمارے ملک میں تکافل کی بنیاد وقف پر قائم ہے، جس کا طریقۂ کار (تکافل کمپنیوں کے مطابق) یہ ہے کہ پہلے کمپنی کے شیئر ہولڈرز اپنے طور پر کچھ نقدی وغیرہ کو شرعی ضوابط کے مطابق باقاعدہ وقف کرتے ہیں، اس رقم سے ایک وقف پُول قائم کیا جاتا ہے۔ ان شیئر ہولڈرز کی حیثیت واقف کی ہوتی ہے۔ یہ واقفین اس وقف فنڈ میں کچھ شرائط طے کرتے ہیں، جن میں ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ جو شخص اس وقف فنڈ کو عطیہ دے گا، وہ اس وقف فنڈ سے شرائط کے مطابق فوائد کا مستحق ہوگا۔ اس وقف فنڈ سے معطین کا تعلق محض عقدِ تبرع کا ہوتا ہے۔ اس تکافل سسٹم میں وقف کرنے والا، وقف کے مصالح کے پیشِ نظر وقف کے دائرۂ کار کو مخصوص افراد تک محدود کرنے اور وقف فنڈ سے استفادہ کرنے کی مخصوص شرائط مقرر کرتا ہے۔ لوگ اس فنڈ کی رکنیت حاصل کرنے کے بعد باقاعدہ اس فنڈ کو، تکافل کمپنی کے واسطے سے ایک خاص مقدار میں حسبِ شرائطِ وقف نامہ، عطیات دیتے ہیں اور جن شرکاء کو بھی کوئی نقصان پہنچے تو وہ وقف فنڈ سے فوائد کے حصول کے مستحق ہوتے ہیں۔ جو عطیات اس فنڈ میں آتے ہیں وہ بذاتِ خود وقف نہیں ہوتے، بلکہ مملوکِ وقف ہوتے ہیں، اس لئے وقف فنڈ ان عطیات کو قواعد وضوابط کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ مذکورہ وقف فنڈ کو شرعی طریقے کے مطابق کاروبار میں بھی لگایا جاتا ہے اور اس سے حاصل شدہ نفع کا مالک یہی وقف فنڈ ہوتا ہے۔

تکافل نظام میں کمپنی کی حیثیت

تکافل نظام میں کمپنی کی ایک حیثیت وکیل یا مینیجر کی ہوتی ہے۔ کمپنی وقف فنڈ کی دیکھ بھال کے لئے ''وکالہ فیس'' وصول کرتی ہے۔ یہ فیس وقف فنڈ کے لئے دیئے گئے عطیات سے وصول کی جاتی ہے۔ نیز کمپنی وقف فنڈ میں موجود رقم کو اسلامی اصولوں کے مطابق سرمایہ کاری میں لگاتی ہے، اس حیثیت سے کمپنی چونکہ مضارب ہوتی ہے اور فنڈ' رب المال ہوتا ہے، لہٰذا کمپنی مضاربہ کے نفع میں سے متعین حصہ وصول کرتی ہے۔

اس وقف فنڈ سے شرکاء کو جو فوائد دیئے جاتے ہیں، وہ فوائد ان معطین (فنڈ جمع کرانے والے شرکاء) کی طرف سے دیئے گئے عطیات کی بنیاد پر نہیں ہوتے، بلکہ عطاء مستقل ہوتے ہیں، اسی لئے یہ ضروری نہیں کہ وقف فنڈ ہر پالیسی ہولڈر کے ہر نقصان کو پورا کرے، چنانچہ اگر اس وقف فنڈ میں رقوم کم ہوں اور نقصانات زیادہ ہو جائیں تو وقف فنڈ اپنے پاس موجود رقم کے بقدر نقصانات کی تلافی کر کے بقیہ پالیسی ہولڈرز سے معذرت کرنے کا حق بھی رکھتا ہے۔

پالیسی ہولڈرز کے دیئے گئے عطیات میں ایک حصہ سرمایہ کاری کے لئے بھی رکھا جاتا ہے، مثلاً مضاربہ کے لئے، تکافل کمپنی اس کے انتظامات بحیثیت مضارب کے سنبھالتی ہے، جبکہ پالیسی ہولڈرز سرمایہ میں آپس میں شریک ہوتے ہیں۔

تکافل کے تحت دی جانے والی سہولیات میں ایک سہولت فیملی تکافل کی بھی ہے، جو لائف انشورنس کا متبادل طریقہ ہے۔

سوالات:

۱......کیا وقف کی بنیاد پر تکافل کا مروّجہ طریقہ شرعاً درست ہے؟

۲......تکافل کے تحت دی جانے والی سہولیات مثلاً میڈیکل تکافل، گروپ تکافل اور جنرل تکافل وغیرہ استعمال کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

۲......اگر کوئی کمپنی اپنے ملازمین کے فائدے کے لئے میڈیکل گروپ تکافل کی پالیسی لے، جس کی صورت یہ بنتی ہے کہ کمپنی پالیسی ہولڈر ہوتی ہے اور وہ تکافل کمپنی کے واسطے سے وقف فنڈ کو عطیہ دیتی ہے، جس کے نتیجہ میں اس کے ملازمین کو وقف فنڈ کے قواعد کے مطابق علاج معالجہ کی سہولت ملتی ہے۔ اس میں ایک منفرد بات یہ ہے کہ جو عطیہ دیتا ہے (یعنی کمپنی) وہ فائدہ اٹھانے والا نہیں اور جس کو فائدہ دیا جاتا ہے ''ملازمین'' وہ عطیہ دینے والا نہیں ہے، کیا یہ صورت شرعاً درست ہے؟

۴......اگر شرعاً یہ جائز نہیں تو کیا بدامنی اور دہشت گردی کے موجودہ بدترین حالات میں مجبوری کی وجہ سے تکافل کرانے کی کوئی گنجائش نکلتی ہے؟

جامعہ کی ویب سائٹ پر تکافل کے سلسلے میں کئی مختصر فتاویٰ موجود ہیں، جن میں مفصل اور مدلل فتوے کے لئے دارالافتاء سے رجوع کرنے کی ہدایت ہے، لہٰذا براہِ کرم اس معاملے میں مفصل و مدلل فتویٰ جاری فرما کر ممنون فرمائیں، والسلام۔ مستفتی: اظفر اقبال رشید، بہادر آباد، کراچی

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ انشورنس کے متبادل تکافل یا اسلامی انشورنس کے نام سے جو نظام رائج ہے،

جس کا طریقہ ان کی بتائی ہوئی تفصیلات کے مطابق یہ ہے کہ اسلامی انشورنس کمپنی اپنے کچھ سرمایہ سے ایک وقف فنڈ قائم کرتی ہے۔ اس فنڈ کے شرائط میں سے ہے کہ جن ممبران کا کسی حادثہ میں نقصان ہوجائے، اس فنڈ کے منافع میں سے ان کے نقصان کی تلافی کی جائے گی۔ فنڈ کا ممبر بننے کے لئے اس میں ایک خاص مقدار میں چندہ دینا ہوگا جو ہر نوعِ انشورنس کے مطابق ہوگا۔

اسلامی انشورنس کمپنی اپنے سرمایہ سے ایک تو وقف فنڈ کا انتظام کرتی ہے اور اس سے متعلقہ تمام خدمات کو اجرت پر سرانجام دیتی ہے، وقف فنڈ کی وقف شدہ اور مملوکہ رقموں پر کمپنی مضارب کے طور پر کام کرتی ہے اور نفع سے اپنا حصہ وصول کرتی ہے۔

مذکورہ نظامِ تکافل کی بنیاد وقف کے قواعد پر ہے، لیکن اس نظام میں ان قواعد کی رعایت نہیں کی جاتی ہے، کیونکہ مروجہ نظامِ تکافل میں ابتداءً وقف فنڈ قائم کرنے والے خود اپنا بھی تکافل کرواتے ہیں، اور اپنی ہی وضع کردہ شرائط وقف کے ماتحت اپنے ہی موقوفہ مال کے فوائد سے نفع اٹھاتے ہیں، جبکہ وقف میں نقود کا وقف بذاتِ خود محلِ نظر ہے، اگر شاذ قول کے مطابق درست بھی کہا جائے تو نقود کا وقف کرنے والے خود اپنی وقف کردہ منقولی شئے (نقود وغیرہ) سے منتفع نہیں ہوسکتے، یعنی منقولی اشیاء میں وقف علی النفس درست نہیں، شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ''بدائع الصنائع'' میں ہے:

''منها (أی من شرائط الجواز للوقف)أن یکون مما لاینتقل ولایحول کالعقار فلایجوز وقف المنقول مقصوداً لما ذکرنا أن التائید شرط جوازه ووقف المنقول لایتأبد لکونه علی شرف الهلاک فلایجوز وقفه مقصوداً''۔ (ج:۵،ص:۳۲۹، کتاب الوقف والصدقة، فصل فی شرائط الجواز للوقف۔ ط: داراحیاء التراث العربی)

''فتاویٰ تنقیح الحامدیہ'' میں ہے:

''وفی موضع آخر من فتاویٰ الشلبی المذکور مانصه:فإذا کان وقف حکم بصحة وقف الدراهم علی النفس هل ینفذ حکمه...... فنقول النفاذ مبنی بصحة الحکم الملفَّق وبیان التلفیق أن الوقف علی النفس لایقول به إلا أبویوسفؒ وهو لایری وقف الدراهم ووقف الدراهم لایقول به إلا زفرؒ وهو لایری الوقف علی النفس فکان الحکم بجواز وقف الدراهم حکما ملفّقا من قولین کما تری وقد مشیٰ شیخنا العلامة زین الدین قاسم فی دیباجة تصحیح القدوری علی عدم نفاذه ونقل فیها عن کتاب توفیق الحکام فی غوامض الأحکام أن الحکم الملفّق باطل بإجماع المسلمین''. (ج:۱،ص:۱۱۱، المکتبة الحقانیة)

''فتاویٰ شامی'' میں ہے:

''وظاهر ما مر فی مسئلة البقرة اعتبار العرف الحادث فلایلزم کونه من عهد الصحابةؓ وکذا ظاهر ما قدمنا آنفاً من زیادة بعض المشائخ جری

التعامل فیها وعلی هذا اعتبار العرف فی الموضع أو الزمان الذی اشتهر فیه دون غیره فوفق الدراهم متعارف فی بلاد الروم دون بلادنا ووقف الناس والقدوم کان متعارفا فی زمن المتقدمین ولم نسمع به فی زماننا فالظاهر أنه لایصح الآن ولکن وجد نادراً لایعتبر لما علمنا أن التعامل هو الأکثر استعمالاً''۔ (ج:۴،ص:۳۶۴،کتاب الوقف،مطلب فی التعامل والعرف)

۲......دوسری خرابی اس نظام میں یہ ہے کہ عاقدین کا عاقل بالغ ہونا ضروری ہے، جبکہ یہاں پر عقد کی نسبت کمپنی (شخص قانونی) کی طرف ہوتی ہے، جو کہ ایک فرضی اور معنوی چیز ہے، خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے اور یہ سراسر غلط ہے۔''بدائع الصنائع'' میں ہے:

''شرائط الانعقاد فأنواع...... أما الذی یرجع إلی العاقد فنوعان، أحدهما: أن یکون عاقلا فلاینعقد بیع المجنون والصبی الذی لایعقل لأن أهلیة المتصرف شرط انعقاد التصرف، والأهلیة لایثبت بدون العقل فلایثبت الانعقاد بدونه...... والثانی: العدد فی العاقد فلایصلح الواحد عاقدا من الجانبین فی باب البیع إلا الأب''۔ (ج:۵،ص:۵۳۳/ ۵۳۷،ط: دارالکتب العلمیۃ)

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ عاقدین کا عاقل، نفع ونقصان کو جاننے والا، صاحب بصیرت ہونا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ شخصِ قانونی میں ان صفات کا پایا جانا ناممکن ہے، جس کی بنا پر تمام معاملات حقیقت میں ڈائریکٹر ہی سرانجام دیتے ہیں، چنانچہ وہ ڈائریکٹرز جب ایک شخص قانونی کو رب المال اور دوسرے شخص قانونی کو مضارب بناتے ہیں (اس حال میں کہ ان دونوں کے متولی وہ خود ہوتے ہیں) تو نفس الامر میں وہ خود عقد کے دونوں پہلو رب المال اور مضارب بنتے ہیں، اس لئے کہ ڈائریکٹرز حضرات ہی کمپنی اور وقف فنڈ کی نمائندگی کرتے ہیں، گویا وہ یوں کہتے ہیں کہ (وقف فنڈ کی طرف سے) ہم مال مضاربت کے لئے دیتے ہیں اور (کمپنی کی طرف سے) ہم مال مضاربت کے لئے وصول کرتے ہیں۔ دوسری طرف عام طور پر ان ڈائریکٹرز کو ہی کمپنی بھی کہا جاتا ہے، نتیجتاً ایک ہی فرد (حقیقی) خود ہی رب المال ٹھہرا اور خود ہی مضارب، جس کا شریعت میں کوئی تصور نہیں ہے۔

۳......تیسری خرابی اس نظام میں یہ ہے کہ چندے کی رقم وقف کی ملکیت ہے اور شریعت کی رو سے اس رقم کا مالک کو واپس کرنا جائز نہیں، نہ کل کی، نہ جز کی، اس رقم کو وقف رقم کی طرح صرف وقف کے مصالح اور مقاصد میں خرچ کیا جاسکتا ہے۔ ایسی کوئی صورت نہیں کہ متولی وقف کی ملکیت مالک کو واپس کردے یا چندہ دہندہ اس کو واپس لے لے۔''البحر الرائق'' میں ہے:

''قوله أولا یملک (الوقف) بإجماع الفقهاء کما نقله فی فتح القدیر ولقوله علیه السلام لعمرؓ تصدق بأصلها لاتباع ولا تورث ولأنه باللزوم خرج عن ملک الواقف وبلاملک لایتمکن من البیع أفاد بمنع تملیکه

وتملکہ مَنُعَ رھنِہِ فلایجوز للمتولی رھنہ". (ج:۵،ص:۲۰۵،ط:سعید)

اور تکافل میں چندے کی رقم چندہ دہندہ کو مختلف ناموں سے واپس کی جاتی ہے، جس کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ہے۔

۴...... چوتھی خرابی اس نظام میں یہ ہے کہ اسلام کے نظامِ کفالتِ عامہ کی بنیاد خالص تبرع پر ہے، جیسا کہ مختلف رفاہی وخیراتی ادارے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں، جبکہ مروّجہ تکافل میں پالیسی ہولڈر اور وقف فنڈ کے درمیان ہونے والا معاملہ عقد معاوضہ کی حیثیت رکھتا ہے، جو کہ درست نہیں ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں سوال نامے کے مشمولات کے مختصر جوابات ملاحظہ ہوں:

(۱) صورتِ مسئولہ میں مذکورہ بالا مفاسد کی بنا پر تکافل کا مروجہ طریقہ شرعاً درست نہیں۔

(۲) تکافل کے تحت دی جانے والی سہولیات اور پالیسیوں کا لینا اور استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں۔

(۳،۴) اگر کوئی کمپنی اپنے طور پر ملازمین کی تنخواہوں سے کٹوتی نہ کرے تو ایسی صورت میں اس سہولت سے ملازمین کے لئے فائدہ اٹھانا شرعاً جائز ہے اور اگر ملازمین کی تنخواہوں سے کٹوتی کی وجہ سے ان کو سہولیات دی جاتی ہیں تو اس صورت میں اس سے فائدہ اُٹھانا درست نہیں۔

واضح رہے کہ ملازمین کو علاج ومعالجہ کی سہولت میسر کرنا کمپنی کی ذمہ داری ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ عطیہ دینے والا فائدہ اٹھانے والا نہیں اور جس کو فائدہ دیا جاتا ہے وہ عطیہ دینے والا نہیں، یہ بات درست نہیں، بلکہ حقیقت کے سراسر خلاف ہے۔ نیز اس تکافل والے نظام میں بہت ہی زیادہ تناقض بھی ہے، جیسا کہ خود سائل کے مندرجہ ذیل الفاظ سے واضح ہے: "اس فنڈ سے شرکاء کو جو فوائد دیئے جاتے ہیں، وہ فوائد ان معطین (فنڈ جمع کرانے والوں) کی طرف سے دیئے گئے عطیات کی بنیاد پر نہیں ہوتے، بلکہ عطاء مستقل ہوتے ہیں...... اس لئے یہ ضروری نہیں کہ وقف فنڈ، ہر پالیسی ہولڈر کے ہر نقصان کو پورا کرے، چنانچہ اگر اس وقف فنڈ میں رقوم کم ہوں اور نقصانات زیادہ ہو جائیں تو وقف فنڈ اپنے پاس موجود رقم کے بقدر نقصانات کی تلافی کر کے بقیہ پالیسی ہولڈرز سے معذرت کرنے کا حق بھی رکھتا ہے"۔

اس عبارت پر غور کرنے سے یہ تناقض واضح طور پر سمجھ میں آئے گا کہ اگر یہ فوائد عطیات کی بنیاد پر نہیں ہوتے، بلکہ عطاء مستقل ہوتے ہیں، تو بقیہ پالیسی ہولڈرز سے معذرت کرنے کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟ وغیرہ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد عبدالمجید دین پوری	محمد انعام الحق	محمد مدثر عبدالرزاق
		متخصصِ فقہِ اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نقد و نظر

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

ادارہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (دو جلد)

حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب۔ صفحات جلد اول: ۵۳۶، جلد دوم: ۵۱۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: ادارہ اشاعت اسلام مانچسٹر۔ ملنے کا پتہ: صدیقی ٹرسٹ المنظر اپارٹمنٹ ۴۵۸ گارڈن ایسٹ کراچی۔

حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب نے اس سے پہلے بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات، ان کی حیات وخدمات پر مبسوط اور با دلائل کئی کتب تالیف فرمائی ہیں۔ اس سلسلہ کی کڑی زیر تبصرہ کتاب میں امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰؓ کی سیرت، وقائع حیات اور دینی خدمات کا علمی، فکری اور مثبت پیرایہ میں تذکرہ کیا ہے۔ کتاب مبسوط اور سابقہ روایات کے مطابق دلائل سے مبرھن ہے۔ امید ہے اہل ذوق اس کتاب کی خوب قدر افزائی فرمائیں گے۔

آسان ترجمہ وتشریح قرآن مجید (حصہ اول)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی۔ حصہ اول پارہ نمبر: ۱ تا پارہ: ۱۰۔ صفحات: ۴۹۸۔ عام قیمت: ۷۵۰ روپے۔ ناشر: زمزم پبلشرز شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی۔

زیر تبصرہ کتاب کا تعارف ٹائیٹل پر یوں کرایا گیا ہے:

''آسان اور سلیس اُردو زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر تشریح جس میں مستند احادیث کی روشنی میں قرآنی تعلیمات کو واضح کیا گیا ہے۔ انبیاءؑ اور ان کی اقوام سے متعلق واقعات کے ذیل میں دعوتی نکات اور سبق آموز پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن مجید سے مستنبط ہونے والے شرعی احکام اور خاص کر جدید مسائل پر توجہ دی گئی ہے۔ اہل مغرب کی جانب سے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دُور کیا گیا ہے اور عصر حاضر کے غیر اسلامی اور نادُرست افکار ونظریات کے بارے میں قرآن مجید کے موقف کی وضاحت کی گئی ہے''۔

www.banuri.edu.pk

بہر حال وہ لوگ جن کے پاس لمبی تفاسیر پڑھنے کا وقت نہیں اور وہ قرآن کریم کو سمجھنا بھی چاہتے ہیں تو یہ آسان ترجمہ وتشریح قرآن مجید ان کے لئے انمول خزانہ اور بے بہا قیمتی جوہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ناشر اور مؤلف کو جزائے خیر سے نوازیں اور امت مسلمہ کو قرآن پاک سیکھنے، پڑھنے، سمجھنے، عمل کرنے اور اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

سیرۃُ المصطفیٰ (مکمل تین جلد)

حضرت علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ۔ صفحات جلد اول: ۳۸۱، جلد دوم: ۳۸۲، جلد سوم: ۴۶۲۔ عام قیمت: ۱۵۰۰ روپے، اعلیٰ ایڈیشن قیمت: ۲۱۰۰ روپے۔ ناشر: زمزم پبلشرز، شاہ زیب سینٹر مقدس مسجد اردو بازار کراچی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کا موضوع ایسا نرالا اور سدا بہار موضوع ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ سے آج تک کتنی زبانوں میں اور کتنے انداز میں کتبِ سیرت لکھی گئی ہیں اور تا قیامت لکھی جاتی رہیں گی۔

زیر تبصرہ کتاب پہلے بھی کئی بار چھپ چکی ہے، لیکن زمزم کے احباب نے اس میں کئی اعتبار سے اس کی خدمت کی ہے، مثلاً:

۱:...... کتاب کی ابتدا میں حضرت مؤلف کے صاحبزادے مولانا ڈاکٹر محمد میاں صدیقی صاحب مدظلہ کے قلم سے جامع ''مقدمہ'' شامل کیا گیا ہے، جس میں انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ اور ان کی تمام تصنیفات وتالیفات کا بہترین تعارف کرایا ہے۔

۲:...... سابقہ نسخوں کو پیشِ نظر رکھ کر تصحیح کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۳:...... عربی عبارات پر اعراب لگائے گئے ہیں۔

۴:...... اُردو کے جدید قواعدِ املاء کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

۵:...... مناسب مقامات پر علاماتِ ترقیم لگانے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خود بھی اور اپنی اولاد وگھر والوں کو بھی سیرتِ طیبہ کی تعلیم دیں۔ خود بھی ایسی کتابیں پڑھیں اور اپنے بچوں وگھر والوں کو بھی جمع کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر مشتمل کتب پڑھ کر سنائیں، ان شاء اللہ! اس سے گھر کا ماحول پاکیزہ اور مطہر ہوگا اور صحیح رُخ پر بچوں کی تربیت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولادوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تابعداری نصیب فرمائے۔

☆☆☆